یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا
اہلحدیث کانفرنس (متوائمہ) کے خطبۂ صدارت پر محققانہ تنقید
تحقیق اہلحدیث
اثر خامہ
محدث جلیل ابو المآثر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ
ناشر
المجمع العلمی
مرکز تحقیقات و خدمات علمیہ
پوسٹ بکس ۱۱، مئو ۲۷۵۱۰۱ (الہند)
Kaykamal , Mau

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيْدًا

اہلحدیث کانفرنس (مئو ائمہ) کے خطبۂ صدارت پر محققانہ تنقید

تحقیق اہلحدیث

اثر خامہ

محدّث جلیل ابوالمآثر حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمیؒ

ناشر

مرکز تحقیقات و خدمات علمیہ

پوسٹ بکس ۱، مئو ۲۷۵۱۰۱ (الہند)

Kaykamal, Mau.

نام کتاب -- تحقیق اہل حدیث

تصنیف -- حضرت محدث کبیر مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ

صفحات -- ۵۲

سن اشاعت -- ۱۴۲۵ھ = ۲۰۰۴ء

طبع ثالث -- گیارہ سو

ناشر -- المجمع العلمی، مرکز تحقیقات وخدمات علمیہ، مئو

قیمت --

باہتمام -- مولانا رشید احمد الاعظمی

ملنے کا پتہ

مرکز تحقیقات وخدمات علمیہ

مرقاۃ العلوم۔ پوسٹ بکس نمبر ۱

مئو۔ ۲۷۵۱۰۱

کتابت: بھارت کمپیوٹر صدر چوک، مئوناتھ بھنجن۔ یوپی ۲۷۵۱۰۱

فہرست مضامین

عرض ناشر

فرقۂ غیر مقلدین دوسرے فرقوں کی بہ نسبت ایک نو مولود فرقہ ہے، اس کی عمر زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سو سال قرار دی جاسکتی ہے، لیکن یہ اس کی عجیب بے بسی بلکہ بد نصیبی ہے کہ ابتک اس فرقہ کے افراد، اپنی تمام کوشش وکاوش کے باوجود، کوئی ایسا نام یا لقب نہیں دریافت کر سکے، جو ان کی حرکات وسکنات کو دیکھتے ہوئے پوری طرح اس پر منطبق ہو سکے، چنانچہ اپنے روز پیدائش سے لے کر ابتک اس جماعت نے اپنے لئے جتنے القاب اختیار کئے اور جتنے لبادے اوڑھے، وہ باوجود افسوسناک ہونے کے ایک حیرت انگیز داستان ہے۔

غیر مقلدین کا سب بڑا دعویٰ عمل بالحدیث کا ہے، جس کی مناسبت سے وہ خود کو اہل حدیث کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اور اپنے آپ کو حدیث رسول کا سرمایہ دار سمجھ کر تمام دنیا کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہم راہِ راست پر ہیں اور جہاں کے تمام مسلمان راہِ حق سے ہٹے ہوئے ہیں، لیکن واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے، حقیقت یہ ہے کہ حدیث کے علم وفہم اور اس پر عمل کی بابت ان کی حرماں نصیبی قابل رحم ہے، یہ جماعت اپنے کو اہل حدیث ثابت کرنے کے لئے مختلف قسم کی چالبازیاں دکھاتی رہی ہے، چنانچہ وہ علماء و محدثین کی کتابوں میں جہاں کہیں "اُصحاب الحدیث"

یا "اُھل الحدیث" وغیرہ الفاظ دیکھتی ہے، اپنے اوپر چسپاں کر کے غرور و نخوت کا مظاہرہ کرتی پھرتی ہے، حالانکہ ان الفاظ سے مراد وہ اہل علم ہوتے ہیں جن کا شب و روز کا مشغلہ حدیثوں کا بیان کرنا اور ان کا پڑھنا پڑھانا ہوتا تھا، جس سے اس جماعت کو دور کا بھی واسطہ نہیں۔

غیر مقلدین نے اپنے مذہب کو پھیلانے کے لئے جو جو کرتب کئے اور سوانگ رچائے اور کذب و دروغ بافی کے جیسے جیسے جال بچھائے اس کی مثال ملنا مشکل ہے، کانفرنس، سیمنار، پمفلٹ، کتابچے غرض تقریر و تحریر کا وہ کون سا حربہ ہے جس کو اس فرقہ حادثہ نے آزمایا نہ ہو، چنانچہ ۱۹۴۳ء میں جب کہ انگریزی حکومت کے خلاف تمام ہندوستان میں غیظ و غضب کی لہر چل رہی تھی، اور انگریزوں کے پنجۂ اقتدار سے رہائی کے لئے پورا ملک سخت جد و جہد کر رہا تھا، فرقۂ غیر مقلدین سب سے الگ ہو کر مئو آئمہ ضلع الہ آباد میں کانفرنس کر رہا تھا، جس میں اس کے سر بر آوردہ عالم مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی اپنے خطبۂ صدارت میں اہل حدیث کے مسلک پر نظر ڈال رہے تھے، اور محدثین بلکہ عہد صحابہ و تابعین سے اپنا رشتہ جوڑنے کے لئے آسمان و زمین کے قلابے ملا رہے تھے، دفعیہ شر کے لئے اس کے چند مہینے بعد جواباً احناف کانفرنس بھی ہوئی، جس میں مسلک حنفی کے ہندوستان کے اکابر و مشاہیر اہل علم نے شرکت کی، ان ہی میں محدث جلیل ابوالمآثر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، آپ نے اپنی تقریر کے اندر مولانا ابوالقاسم بنارسی کے خطبۂ صدارت پر نہایت فاضلانہ و محققانہ تبصرہ کیا اور ان کے تخیلات کا پرزور دلائل کے ساتھ رد کیا، یہ تبصرہ اس قدر پسند کیا گیا کہ لوگوں کے شدید اصرار کی وجہ سے حضرت محدث کبیر علیہ الرحمہ نے اس کو کچھ اور وسعت دے کر کتابی شکل دی، جسے احناف دار الاشاعت والتبلیغ مئو آئمہ نے شائع کیا، اس کا

وہ ایڈیشن جو ۴۳ء ہی میں شائع ہوا تھا مختصر سی مدت میں ختم ہو گیا، اس کے بعد سے اس کا برابر تقاضا ہوتا رہا، لیکن دوبارہ طباعت کی نوبت نہ آسکی، ادھر کچھ مدت سے اس کا تقاضا اور اس کے لئے اصرار بہت زیادہ ہو گیا اور شدت کے ساتھ اس کی ضرورت محسوس کی جانے لگی، جس کے پیش نظر اس کی دوبارہ اشاعت وطباعت کا فیصلہ کرنا پڑا، خدا سے دعا ہے کہ وہ اس رسالہ کو نافع اور فتنہ کا دافع بنائے! آمین۔

☆☆☆☆☆☆

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد

احناف کانفرنس منعقدہ ۱۵۔۱۶۔۱۷؍ اکتوبر ۱۹۴۳ء بمقام مئو آئمہ ضلع الہ آباد کے آخری اجلاس میں ناچیز نے جو تقریر کی تھی، وہ خدا کے فضل سے بہت بروقت اور مفید خیال کی گئی، اور اصرار ہوا کہ اس کا قلمبند ہو کر شائع ہونا ضروری ہے۔ جب میں نے اسے منظور کر لیا تو چونکہ اس تقریر میں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس منعقدہ اپریل ۴۳ء کے خطبہ صدارت مصنفہ مولوی ابوالقاسم صاحب بنارسی کے چند اجزاء پر تبصرہ کیا گیا تھا، اس لئے اصرار ہوا کہ جن اجزاء پر تقریر میں تبصرہ نہیں ہوا ہے۔ اس تحریر میں ان پر بھی تبصرہ ہو جانا ضروری ہے، دوستوں کی اس خواہش کو بھی میں رد نہ کر سکا، اور مذکورہ بالا خطبہ صدارت کے تمام اجزاء پر ایک تنقیدی تبصرہ کیلئے مجھے فرصت نکالنا ہی پڑی۔

حدیث کی نئی تعریف

مولوی ابوالقاسم صاحب نے اپنے خطبہ صدارت میں یاد رفتگاں (۱) کے بعد آغاز کلام میں یہ ظاہر کیا ہے کہ:

(۱) اہلحدیث کانفرنس کے گذشتہ اجلاس کے بعد سے جن اعیان اہلحدیث کا انتقال ہوا ہے ان کا تذکرہ ۱۲۔

"میری بحث کی جولانی کے لئے صرف ایک ہی میدان رہ جاتا ہے، اور وہ یہ کہ اہلحدیث مسلک پر نظر ڈالوں۔"

اس کے بعد سب سے پہلے آپ نے اہلحدیث کی وجہ تسمیہ لکھی ہے، اس ضمن میں آپ فرماتے ہیں کہ:

"حدیث نام ہے کلام اللہ اور کلام الرسول کا" (خطبۂ صدارت ص ۴)

حدیث کی یہ تعریف غیر مقلدیت کا ایک تازہ کرشمہ ہے، ورنہ اس دور سے پہلے کے حضرات غیر مقلدین بھی یہی لکھتے آئے ہیں کہ حدیث نام ہے رسول علیہ السلام کے قول و فعل و تقریر کا، چنانچہ نواب صدیق حسن خانصاحب اہلحدیث "مسک الختام" میں لکھتے ہیں: حدیث در اصطلاح مشہور قول و فعل و تقریر رسول ست علیہ الصلوٰۃ والسلام (ص ۲۱) آگے غیر مشہور اصطلاح کو جس میں صحابی و تابعی کے قول کو بھی حدیث کہا گیا ہے، لکھ کر فرماتے ہیں: وصواب اول است، بلکہ اس دور کے بھی سب سے بڑے غیر مقلد مولوی ثناء اللہ صاحب امر تسری کلام اللہ کو حدیث سے الگ اور حدیث کو قرآن سے دوسرے درجہ کی چیز قرار دیتے ہیں، لکھتے ہیں

"اہلحدیث تو بموجب اصول مسلمہ حدیث کو درجۂ دوم قرآن سے سمجھ کر اور قرآن شریف کے بعد، تلاش مسائل کے وقت پہلی نظر حدیث پر ڈالتے ہیں" (اہلحدیث کا مذہب ص ۷۹)

جعلی حدیث سے استناد وجہ تسمیہ لکھنے کے بعد مولوی ابوالقاسم صاحب نے دعوی کیا ہے کہ اہلحدیث نام پیغمبر علیہ السلام کا مقرر فرمایا ہوا اور صحابہ کا قبول کردہ نام ہے، پہلی بات کی سند میں یہ حدیث لکھی ہے کہ:

"قیامت میں اہلحدیث سیاہی دانوں سمیت آئیں گے، اللہ تعالیٰ

ان سے فرمائے گا تم اہلحدیث ہو جنت میں جاؤ"

ناظرین یہ معلوم کر کے محو حیرت ہو جائیں گے کہ یہ حدیث جعلی ہے، اور جعلی حدیث سے سند پکڑنا باتفاق حرام ہے، مگر مولوی ابوالقاسم صاحب نے لاعلمی کی وجہ سے اس حدیث کو سند قرار دے لیا، اگر مولوی صاحب ٹھنڈے دل سے غور کریں تو اسی ایک بات سے ان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ جب آج کل کے تارک تقلید علماء جعلی اور غیر جعلی حدیث میں تمیز نہیں کر سکتے، تو ان کو براہ راست حدیث سے مسائل اخذ کرنے کا حق کہاں تک حاصل ہو سکتا ہے۔

لطف یہ ہے کہ اس حدیث کو مقلد علماء (ذہبی، خطیب اور سیوطی) نے تو موضوع لکھا ہی ہے، ایک غیر مقلد "امام" نے بھی اسکو موضوعات (جعلی حدیثوں میں) شمار کیا ہے۔

علامہ شوکانی کی کتاب الفوائد المجموعۃ ص ۳۰ ملاحظہ کیجئے۔ اور مقلدین کی تحقیق دیکھنی ہو تو لآلی مصنوعہ ص ۱۱۲ج ۱ میں یہ تصریح پڑھیئے: **قال الخطیب موضوع (الی) قال فی المیزان وضع هذا الجدیث علی الطبرانی،** یعنی خطیب نے کہا کہ یہ حدیث جعلی ہے ..... میزان میں کہا (رقی نے) اس حدیث کو طبرانی کے نام پر بنالیا ہے۔

اصحاب الحدیث کی صحیح مراد پھر اگر بالفرض یہ حدیث جعلی نہ بھی ہوتی تب بھی اس سے مولوی ابوالقاسم صاحب کا مدعا حاصل نہیں ہو سکتا تھا، اس لئے کہ اس میں اصحاب الحدیث کا جو لفظ واقع ہوا ہے، اس سے تارکین تقلید کی وہ جماعت جو براہِ راست عمل بالحدیث کی مدعی ہو، مراد نہیں ہے، بلکہ اہل علم کی وہ جماعت مراد ہے جو کتابت ودرس حدیث کا مشغلہ رکھتی ہو، چنانچہ اس کی بیّن دلیل **بایدیهم المحابر** کا لفظ ہے، یعنی (ان کے ہاتھوں میں دواتیں ہوں گی) ظاہر ہے کہ دواتیں ہاتھوں میں لئے ہوئے آنا کتابت کا مشغلہ رکھنے والے ہی کا کام ہو سکتا ہے۔

دوسری بیّن دلیل یہ ہے کہ یہ جعلی حدیث ان الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے۔ **یحشر الله اصحاب الحدیث واهل العلم** (یعنی اللہ حدیث اور علم والوں کو محشور فرمائے گا) (لآلی مصنوعہ ص ۱۳) دیکھیئے اس میں اصحاب الحدیث کے ساتھ اہل العلم کہہ کر واضح کر دیا کہ اصحاب الحدیث سے مراد علمائے حدیث اور اس کے لکھنے پڑھنے والے ہیں۔

تیسری بیّن دلیل، اس جعلی حدیث کے وہ الفاظ ہیں جن کو مولوی ابوالقاسم صاحب نے کسی مصلحت کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے اور وہ یہ ہیں: **طالما کنتم تصلون علی نبیی فی الدنیا۔** یعنی اللہ تعالیٰ اصحاب الحدیث کو یہ کہکر جنت میں بھیجے گا کہ "تم ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر دنیا میں درود بہت پڑھتے رہے۔" دیکھیئے یہ الفاظ بھی ظاہر کر رہے ہیں کہ اصحاب الحدیث سے حدیث لکھنے پڑھنے والے مراد ہیں، اس لئے کہ کثرت درود انہیں کا مشغلہ ہے، چاہے کتابۃً ہو یا تلفظاً، نیز ان الفاظ سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ان کے جنتی ہونے کا سبب "ترک تقلید" یا "ادعائے عمل بالحدیث" نہیں، بلکہ کثرت درود ہے، اور مولوی ابوالقاسم صاحب خود بھی خوب سمجھ سکتے ہیں کہ کثرت درود مقلدین کا مشغلہ ہے یا غیر مقلدین کا۔ میں نے اس جعلی حدیث کے لفظ اصحاب الحدیث کی جو مراد لکھی ہے وہی امام ذہبی کے کلام سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے کہ انھوں نے اس حدیث کو **حدیث فی حشر العلماء بالمحابر** کے عنوان سے یاد کیا ہے۔

(دیکھو میزان ذہبی)

صحابہ کے اہل حدیث ہونے کا مطلب دوسری بات کے ثبوت میں مولوی ابوالقاسم صاحب نے متعدد حوالے دئے ہیں، لیکن ان کی یہ کوشش بھی رائیگاں ہے، اس لئے کہ ان تمام حوالوں میں بھی اصحاب الحدیث یا اہل الحدیث سے وہی حدیثوں کی روایت کرنے والے یا ان کو یاد کرنے والے، درس دینے والے اور لکھنے والے مراد ہیں، تارکین تقلید یا مدعیان عمل بالحدیث کسی طرح مراد نہیں ہو سکتے، چنانچہ اس سلسلے میں پہلی

بات انھوں نے یہ لکھی ہے کہ "حضرت ابوہریرہؓ نے اپنے کو اہلحدیث کہا" لیکن افسوس ہے کہ پوری بات نہیں لکھی، ورنہ صاف کھل جاتا کہ اہلحدیث سے حضرت ابوہریرہؓ کی مراد کیا ہے، مولوی صاحب نے اس کے لئے تاریخ خطیب و تذکرہ کے جس مقام کا حوالہ دیا ہے اُس مقام میں ابوبکر بن ابی داؤد کا ایک خواب مذکور ہے کہ :

"ابوبکر بن ابی داؤد جس زمانے میں حضرت ابوہریرہ کی حدیثوں کی تصنیف میں مصروف تھے اسی زمانہ میں انھوں نے حضرت ابوہریرہ کو خواب میں دیکھا، گھنی ڈاڑھی، گندمی رنگ، موٹے کپڑے پہنے ہوئے، ابوبکر کہتے ہیں کہ میں نے ان کو دیکھ کر کہا کہ مجھے جناب سے محبت ہے، انھوں نے جواب دیا کہ میں دنیا میں پہلا صاحب حدیث ہوں"

اس پورے واقعہ کو سامنے رکھ کر اب مولوی ابوالقاسم صاحب ہی بتائیں کہ اگر صاحب حدیث سے ان کے اصطلاحی معنی یعنی عامل بالحدیث مراد ہیں تو کیا حضرت ابوہریرہ سے پہلے صحابہ میں کوئی عامل بالحدیث نہیں تھا، یا مولوی صاحب کے لفظوں میں یہ کہ "جس طرح حدیث کو جماعت اہلحدیث نے اپنا پروگرام بنایا ہے" اس طرح حضرت ابوہریرہؓ سے پہلے کسی صحابی نے نہیں بنایا تھا، میں سمجھتا ہوں کہ مولوی صاحب یہ کہنے کی ہرگز جرأت نہیں کر سکتے، لہذا "صاحب حدیث" کے وہ معنی یہاں نہیں ہو سکتے جو مولوی صاحب کہتے ہیں، بلکہ صاحب حدیث کے معنی وہی ہیں کہ حفظ حدیث و روایتِ حدیث کا مشغلہ رکھنے والا، اور کچھ شبہہ نہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ کو جماعت صحابہ میں اہتمامِ حفظِ حدیث و کثرتِ روایت وغیرہما کے لحاظ سے اولیت کا درجہ حاصل ہے، اور اس معنی کے لئے ایک کھلا ہوا قرینہ یہ ہے کہ تصنیف حدیث کے وقت یہ خواب نظر آیا ہے، ترک تقلید یا عمل بالحدیث کے وقت نہیں۔

جعلی حدیث کے بعد خواب سے استناد پھر لطف یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کا

کلام بھی حالت حیات و بیداری کا نہیں ہے۔ بلکہ وفات کے کئی صدی بعد حالت خواب کا ناظرین دیکھتے چلیں، پہلی بات کے ثبوت میں مولوی صاحب نے جعلی حدیث پیش کی اور دوسری بات کی سند میں خواب، اہلحدیث کے دلائل کی قوت کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے۔

یہ تو مولوی صاحب کے ایک حوالہ پر ہماری گفتگو تھی، ان کے دوسرے حوالوں کا بھی یہی حال ہے، چنانچہ مولوی صاحب نے متعدد تابعین یا تبع تابعین کی نسبت شرف اصحاب الحدیث کے حوالہ سے اہلحدیث کا لفظ دکھا کر یہ باور کرانا چاہا ہے کہ وہ اسی معنی میں اہلحدیث تھے جس معنی میں خود مولوی ابوالقاسم صاحب ہیں، حالانکہ یہ غلط ہے۔ شرف اصحاب الحدیث میں محدثین و رواۃ حدیث کے شرف و منقبت کا بیان ہے اور اس میں اصحاب الحدیث یا اھل الحدیث کے لفظ سے محدثین اور رواۃ حدیث ہی مراد ہیں۔ چنانچہ مصنف کتاب خود فرماتے ہیں: قد ذکرنا فی کتابنا ھذا من فضل الحدیث واھله المخصوصین بحفظه و نقله الخ، یعنی ہم نے اس کتاب میں حدیث اور اس کے اہل کی، جو حدیث کو یاد اور نقل کرنے کے ساتھ مخصوص ہیں، فضیلت بیان کی ہے۔ (ص ۱۳۴)

اس کے علاوہ اس کتاب میں میرے اس دعوے کی سینکڑوں دلیلیں موجود ہیں، از انجملہ اس کتاب میں ایک عنوان ہے "اصحاب الحدیث کا خلفائے نبی ہونا" اس عنوان کے تحت میں یہ حدیث ذکر کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا آپ کے خلفاء کون ہیں؟ حضرت نے فرمایا وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے، میری حدیثوں اور سنت کی روایت کریں گے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیں گے۔ (ص ۳۱) دیکھئے کتنی وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب الحدیث سے حدیثوں کی روایت کرنے والے اور تعلیم دینے والے مراد ہیں۔

از انجملہ ایک عنوان ہے :

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصحاب الحدیث کی عزت کرنے کی وصیت کرنا"

اس کے تحت میں یہ حدیث نبوی ذکر کی ہے کہ:

"تمہارے پاس اطراف زمین سے کچھ جوان حدیث کا علم حاصل کرنے آئیں گے ،ان سے اچھا سلوک کرنا" (ص۲۱)

معلوم ہوا کہ علم حدیث کے طالب علم اصحاب الحدیث ہیں، اسی مقام پر حضرت ابو سعید خدری کا وہ قول بھی مذکور ہے جس کو مولوی ابوالقاسم صاحب نے ص میں ذکر کیا ہے۔ لیکن مولوی صاحب نے پوری بات نہیں لکھی، پوری بات یہ ہے کہ حضرت ابو سعید جب ان جوانوں کو جو علم حدیث حاصل کرنے کے لئے آتے تھے ،دیکھتے تو مرحبا کہتے، اور فرماتے کہ حضرت نے تمہارے لئے مجلس کشادہ کرنے اور تم کو حدیث سمجھانے کا ہم کو حکم دیا ہے۔ تم ہمارے جانشین اور ہمارے بعد اہل حدیث یعنی محدث ہو۔

ازانجملہ ایک عنوان ہے "اصحاب الحدیث کے باب میں صالحوں کے خواب" اس کے تحت میں ایک خواب یہ ہے کہ ایک شخص علم حدیث حاصل کر رہا تھا اسی اثناء میں مر گیا، ابو بکرہ و بکراوی نے اس کو خواب میں دیکھا، پوچھا کیا گذری؟ کہا بخشش ہو گئی پوچھا کس بات پر؟ کہا علم حدیث طلب کرنے پر (ص۱۱۱) دیکھئے حدیث کے طالب علم اصحاب الحدیث ہیں۔ اسی طرح اور بھی خواب اس میں مذکور ہیں۔ یہ چند مثالیں بطور مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔

اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ مولوی محمد صاحب جونا گڈھی غیر مقلد خود اس کتاب کے ترجمہ میں کسی مقام پر اصحاب الحدیث کا ترجمہ "حدیث کے طالب علم" کرتے ہیں، چنانچہ ص۱۰۵ میں رجل من اصحاب الحدیث کا ترجمہ ایک حدیث کا طالب علم کیا ہے۔ اور کسی مقام پر "حدیث کے جاننے والے" جیسا کہ ص ۳۳ میں ہے اور کسی مقام پر "محدثین کرام" جیسا کہ ص ۳۸ میں اھل الحدیث کا ترجمہ "محدثین کرام" کیا ہے، اسی طرح ص ۲۴ میں صاحب الحدیث کا ترجمہ "محدثین" کیا ہے۔

ایک لطیفہ: اہلحدیث حضرات کی عادت ہے کہ جہاں اصحاب الحدیث کی کوئی بزرگی یا

کوئی منقبت مذکور ہوتی ہے وہاں تو اصحاب الحدیث کا ترجمہ جماعت اہلحدیث، یا اہلحدیث کرتے ہیں اور جہاں کوئی برائی مذکور ہوتی ہے، وہاں "حدیث کے طالب علم" ترجمہ کرتے ہیں یا کوئی ترجمہ نہیں کرتے یا گول مول "ایسے ہی لوگوں، یا اُن لوگوں" کا لفظ لکھ کر آگے گذر جاتے ہیں۔ مثلاً مولوی محمد جونا گڈھی ما قوم خیر من اصحاب الحدیث کا ترجمہ تو یہ کرتے ہیں کہ اہلحدیث سے بہتر کوئی قوم نہیں (ص ۳۳) لیکن اما تری اهل الحدیث كيف تغيروا كيف افسدوا کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ دیکھئے تو یہ طالب حدیث کیسے بگڑ گئے۔

اسی طرح شرف اصحاب الحدیث میں جہاں جہاں اصحاب الحدیث کے ایمان کی تعریف، یا ان کا وارث رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہونا ان کا ابدال وغیرہ ہونا مذکور ہے وہاں تو اس کا ترجمہ اہلحدیث یا جماعت اہلحدیث ہے۔ دیکھو ص ۱۸ و ص ۳۲ و ص ۳۴ وغیرہ، لیکن امام اعمش کے قول ما فی الدنیا قوم شر من اصحاب الحدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ دنیا میں اس قوم سے بری کوئی قوم نہیں ہے حالانکہ ان کے اصول سے ترجمہ یوں ہونا چاہئے تھا کہ: "دنیا میں جماعت اہلحدیث سے بدتر کوئی قوم نہیں ہے" اسی طرح امام اعمش کے دوسرے قول لو كانت لی اکلب كنت ارسلتها على اصحاب الحديث ۔ کا ترجمہ کرتے ہیں کہ اگر میرے پاس کتے ہوتے تو میں ان لوگوں پر چھوڑ دیتا (ص ۱۰۴) حالانکہ ان کو یوں ترجمہ کرنا زیبا تھا کہ "اگر میرے پاس کتے ہوتے تو میں اہلحدیثوں پر چھوڑ دیتا"

اسی طرح نظر عبدالله بن عمر الى اصحاب الحديث و زحامهم فقال شنتم العلم وذهبتم بنوره لو ادركنا وايا كم عمر بن الخطاب لاوجعنا ضرباً، کا ترجمہ کرتے ہیں کہ حضرت عبید اللہ بن عمر نے ایسے ہی لوگوں کی بھیڑ بھاڑ دیکھ کر فرمایا تھا کہ تم نے علم کے

ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے الخ (ص ۹۴) حالانکہ ان کی تحقیق کی رو سے صحیح ترجمہ یوں ہے کہ حضرت عبید اللہ بن عمر نے اہلحدیثوں کی بھیڑ بھاڑ دیکھ کر فرمایا تھا کہ تم نے علم کے ٹکڑے (۱) ٹکڑے کر دیئے اور علم کی رونق گھٹادی اگر ہمیں تمہیں حضرت عمر پا لیتے تو سخت (۲) سزا دیتے۔

اسی طرح **سمعت الليث بن سعد يقول وقد اشرف علىٰ اصحاب الحديث فرأى منهم شيئا فقال ما هذا انتم الى يسير من الادب احوج منكم الى كبير من العلم** کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ حضرت لیث بن سعد ایسے ہی لوگوں کو اور ان کی ایسی ہی حرکتوں کو دیکھ کر فرماتے ہیں کہ تم تھوڑے سے ادب و عمل کے زیادہ محتاج ہو اور بڑے سارے علم کے کم محتاج ہو (ص ۹۴) حالانکہ اپنے اصول سے یوں ترجمہ کرنا چاہئے تھا کہ لیث بن سعد نے اہلحدیثوں اور ان کی حرکتوں کو دیکھ کر فرمایا کہ ادب و تمیز کے زیادہ محتاج ہو (۳)

ابو بکر بن عیاش فرماتے تھے **اصحاب الحديث هم شر الخلق هم المجان** ۔ مولوی محمد صاحب اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ اصحاب الحدیث بڑے برے لوگ ہیں وہ تو مجنون ہیں (ص ۱۱۰) حالانکہ ان کو یوں لکھنا چاہئے تھا کہ اہلحدیث بدترین خلائق ہیں۔

یوں ہی **كان له كلب يوذى اصحاب الحديث** کا ترجمہ کرتے ہیں کہ ان کا کتا ہمیں ایذا دیا کرتا تھا (ص ۱۰۷) حالانکہ ان کو یوں کہنا چاہئے کہ امام اعمش کا کتا اہلحدیثوں

(۱) و (۲) ہم نے صرف اصحاب الحدیث کے ترجمہ کی باصول اہلحدیث تصحیح کی ہے ورنہ "شنتم" کا ترجمہ "ٹکڑے ٹکڑے کر دئے" اور **لا وجعنا ضربا** کا "سخت سزا دیتے" بھی مجتہدانہ ترجمہ ہے، صحیح ترجمہ "تم نے بدنما بناڈالا" اور "سخت مار مارتے" ۱۲منہ

(۳) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلحدیث ہمیشہ سے بے ادب اور بد تمیز تھے، ان کو تھوڑا سا بھی ادب حاصل نہ تھا۔

کو ایذا دیتا تھا۔

مولوی محمد صاحب ص ۵۵ میں **تو واهله** کا ترجمہ "اہلحدیث" کرتے ہیں، لیکن **يريد شعبة ان اهله يضيعون العمل بما يسمعون منه** کا ترجمہ کرتے ہیں شعبہ کا مطلب ان لوگوں سے ہے جو حدیثیں سنتے ہیں اور ان پر عمل نہیں کرتے (ص ۸۴) حالانکہ یہ بالکل غلط ترجمہ ہے، یوں لکھنا چاہئے کہ شعبہ کی مراد یہ ہے کہ اہلحدیث جو حدیثیں سنتے ہیں ان پر عمل نہیں کرتے۔

صحابہ کو اہلحدیث ثابت کرنے کے سلسلہ میں مولوی ابو القاسم صاحب نے تاریخ بغداد کے حوالے سے ایک بات یہ بھی لکھی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو اہلحدیث کہا گیا (ص ۵) لیکن مولوی صاحب نے تاریخ بغداد کی وہ عبارت نقل نہیں کی ورنہ معلوم ہو جاتا کہ حضرت ابن عباس کو کس معنی میں اہلحدیث کہا گیا، سنئے تاریخ بغداد کی عبارت یہ ہے: اصحاب الحديث ثلثة عبدالله بن عباس فى زمانه والشعبى فى زمانه ، والثورى فى زمانه، یعنی اصحاب حدیث تین شخص ہیں ابن عباسؓ اپنے زمانہ میں، اور شعبیؒ اپنے زمانہ میں اور ثوریؒ اپنے زمانہ میں۔ دیکھئے اس عبارت میں اگر اصحاب الحدیث سے اہلحدیث مراد لئے جائیں تو جس طرح اس سے ابن عباس کا اہلحدیث ہونا ثابت ہوگا، اسی سے یہ بھی تو ثابت ہوگا کہ ابن عباسؓ کے زمانہ سے لیکر ثوریؒ کے زمانے تک صرف تین ہی اہلحدیث ہوئے ہیں، لہذا اسی صفحہ ۵ میں مولوی ابو القاسم صاحب کا یہ لکھنا غلط ہو گیا کہ "تمام صحابہ اہلحدیث تھے" اور "صحابہ و تابعین سب اہلحدیث تھے"

اسی سلسلہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ امام "شعبیؒ" کہتے ہیں کہ تمام صحابہ اہلحدیث تھے" (ص ۵) مولوی صاحب نے اس کے لئے تذکرۃ الحفاظ (ص ۷۲ ج ۱) کا حوالہ دیا ہے، حالانکہ تذکرۃ الحفاظ ص ۷۲ ج ۱ تو درکنار دس بیس صفحے آگے پیچھے بھی یہ مضمون نہیں ہے۔

اسی سلسلہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ صحابہ کرام نے جتنے ملک فتح کئے وہاں کے تمام

لوگ اسلام میں داخل ہونے کے بعد مذہب اہلحدیث رکھتے تھے (ص۵) ہم پوچھتے ہیں کہ اگر یہ بات صحیح بھی ہو تو اس سے صحابہ کرام کا اہلحدیث ہونا کس طرح ثابت ہوتا ہے، اور آپ نے "صحابہ کرام" کے عنوان کے ماتحت اس کو کیوں لکھا؟ کیا صحابہ کے مفتوحہ علاقوں کے نو مسلم بھی "صحابہ کرام" تھے۔

ثانیاً اس دعوے کے ثبوت میں جس کتاب کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس میں ہرگز یہ مضمون نہیں ہے۔ آپ نے اس کتاب کی عبارت تو (تحریف ہی کے ساتھ سہی) نقل کی لیکن ترجمہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی، ورنہ معلوم ہو جاتا کہ اس عبارت سے آپ کی کتر بیونت کے بعد بھی صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ روم، جزیرہ، شام اور آذربیجان کی سرحدوں کے تمام لوگ اہل حدیث کے مذہب پر تھے، لیکن کب تھے، اسلام لانے اور صحابہ کرام کے فتح کرنے کے بعد ہی سے یا کچھ زمانہ گذرنے پر، اس کا کوئی ذکر نہیں (۱)

ثالثاً کتاب اصول الدین میں یہ عبارت جس طرح آپ نے نقل کی ہے اس طرح نہیں ہے ، آپ نے اس میں تحریف کی ہے اصل عبارت یوں ہے: بیان هذا واضح ، فی ثغور الروم والجزیرة و ثغور الشام وثغور آذربیجان وباب الابواب کلهم علی مذهب اهل الحدیث من اهل السنة ، دیکھئے آپ نے اور

(۱) مولوی ابوالقاسم صاحب کی اس غلط بیانی کی بھی کوئی حد ہے کہ اصول الدین کی عبارت میں نہ کہیں صحابہ کا لفظ ہے نہ ان کے فتح ممالک کا، مگر وہ خواہ مخواہ اصول الدین کا نام لیکے بار بار یہی کہے جاتے ہیں کہ جب صحابہ نے ممالک کو فتح کیا اسی وقت سے یہاں کے لوگ اہلحدیث تھے ۔چنانچہ ص۱۰ میں لکھتے ہیں کہ ۔اصول الدین کے حوالے سے آپ کو بتایا تھا کہ خلافت عثمانی میں افریقہ کو جب صحابہ و تابعین نے فتح کیا تو وہاں کے مسلمان اہلحدیث مذہب پر قائم ہوئے۔ حالانکہ اصول الدین میں نہ خلافت عثمانی کا ذکر ہے نہ فتح افریقہ کا نہ فتح کے وقت سے مذھب اہل حدیث پر قائم ہونے کا۔ هاتوا برهانکم إن کنتم صادقین۔

تصرفات کے علاوہ علی مذهب اهل الحدیث کے پہلے ایک لفظ کا نوا کا اضافہ کر دیا اور اهل الحدیث کے بعد من اهل السنة کا لفظ کھا گئے۔

میں عام ناظرین کو بتانا چاہتا ہوں کہ مولوی ابوالقاسم صاحب نے اس عبارت میں یہ دونوں تحریفیں اس لئے کی ہیں کہ وہ ایسا نہ کرتے تو اس عبارت سے یہ ثابت ہوتا کہ مذکورہ بالا سرحدوں کے تمام لوگ مذہب اہلحدیث پر تھے نہیں بلکہ ہیں، اور یہ بیان پانچویں صدی کا ہے۔ لہذا ان سرحدوں کے باشندوں کا پانچویں صدی میں اہل حدیث ہونا ثابت ہوگا ۔ ۲۔ پھر اس عبارت سے یہ بھی واضح ہو جاتا کہ ان کے اہلحدیث ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اہل سنت تھے، یہ مطلب نہیں کہ وہ غیر مقلد تھے۔

اگر مولوی صاحب نے اس عنوان کو بھی غور سے پڑھا ہوتا جس عنوان کے ماتحت یہ عبارت اصول الدین میں ہے تو شاید وہ سمجھ سکتے کہ مصنف کا مقصود اہل ثغور کو غیر مقلد ثابت کرنا نہیں ہے بلکہ یہ مقصود ہے کہ وہ عقیدۃً سنی تھے، رافضی، خارجی، معتزلی وغیرہ نہ تھے ،وہ عنوان یہ ہے فی تحقیق اهل السنة لاهل الثغور (یعنی اہل ثغور کو سنی ثابت کرنے کے بیان میں)

تابعین واتباع تابعین کو اہلحدیث ثابت کرتے ہوئے ایک بات مولوی ابوالقاسم صاحب نے یہ لکھی ہے کہ: "سفیان بن عیینہ کو حکماً اہلحدیث میں شمار کیا گیا ہے" (ص۶) اور اس کیلئے تاریخ بغداد (ص۷۹ ج۹) کا حوالہ دیا ہے لیکن افسوس ہے کہ ص۷۹ ج۹ میں یہ مضمون نہیں ہے، ہاں اگر اصحاب الحدیث کے معنی جماعت اہلحدیث کے ہیں، تو اس صفحہ میں جماعت اہلحدیث کے چوری کرنے کا ایک واقعہ ضرور مذکور ہے، وہ واقعہ یہ ہے ۔ سرق اصحاب الحدیث نعل ابی زید فکان اذا جاء اصحاب الشعراء والعربیة والاخبار رمی بثیابه ولم یتفقدها واذا جاء اصحاب الحدیث جمعها وجعلها بین یدیه (تاریخ بغداد ص۷۹ ج۹) یعنی جماعت اہلحدیث نے ابو زید انصاری کا جوتا چرالیا اس لئے جب

شعر و عربیت اور اخبار والے آتے تو ابو زید اپنے کپڑے اِدھر اُدھر پڑے رہنے دیتے اور ان کی خبر گیری نہ کرتے لیکن جب جماعت اہلحدیث آتی تو سب کپڑوں کو سمیٹ کر اپنے آگے رکھ لیتے۔

خیر، یہ تو ایک لطیفہ تھا، واقعہ یہ ہے کہ ابن عیینہ یا جس کسی کو بھی اہلحدیث کہا گیا ہے اس کے معنی یہی ہیں کہ حدیث کا علم رکھنے والے اور اس فن کے خدمت گذار تھے، جیسا کہ میں اوپر تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔

ائمہ اربعہ اس کے بعد مولوی ابوالقاسم صاحب نے ائمہ اربعہ کو اپنے جیسا اہلحدیث ثابت کرنے کی لاحاصل سعی کی ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا نام امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا لیا ہے اور ان کی نسبت کتاب اصول الدین سے یہ عبارت نقل کی ہے، اصل ابی حنیفة فی الکلام کاصول اصحاب الحدیث، یہاں مولوی صاحب نے عبارت تو صحیح نقل ہے لیکن ترجمہ میں وہ حرکت کی ہے کہ دیانت اپنا سر پیٹ کر رہ گئی، فرماتے ہیں کہ "امام ابو حنیفہؒ کے اصول، عقائد و حرمت تقلید میں اہلحدیث کے اصول جیسے ہیں" (ص۶) اہل علم ملاحظہ فرمائیں کہ الکلام کے ترجمہ میں حرمت تقلید کا اضافہ کیسی دیانتداری ہے!

مولوی ابوالقاسم کو کون سمجھائے کہ کتاب اصول الدین عقائد کلامیہ کے بیان میں ہے اور اس کے مصنف نے آغاز کتاب ہی میں عقائد کلامیہ کے پندرہ اصول گن کر بتادئے ہیں جن میں حرمت تقلید کا نام و نشان بھی نہیں ہے، لہٰذا ان کے لفظ الکلام کے ترجمہ میں حرمت تقلید کا اضافہ ان پر افتراء نہیں ہے تو کیا ہے؟ اصحاب الحدیث کے اصول عقائد مصنف کتاب نے آغاز میں اجمالاً اور پوری کتاب میں تفصیلاً بیان کر دئے ہیں، لہٰذا مولوی ابوالقاسم صاحب اگر سچے ہیں تو پوری کتاب پڑھ کر بتائیں کہ مصنف اصول الدین نے اصحاب الحدیث کے اصول میں حرمت تقلید کا ذکر کہاں پر کیا ہے اور کیوں کر سکتے ہیں جس تقلید کی حرمت میں بحث ہے وہ فروعی مسائل میں تقلید ہے اس کا ذکر اصول عقائد میں کس بنا پر کریں گے۔

اس کے بعد یہ بھی بتادوں کہ مصنف اصول الدین اصحاب الحدیث یا اہل الحدیث کے لفظ سے غیر مقلد ہرگز مراد نہیں لیتے، اس لئے کہ متعدد جگہ وہ اہلحدیث کی مثال میں امام شافعیؒ کے مقلدوں کا نام لیتے ہیں، مثلاً ص ۲۰۴ میں متکلمین اہلحدیث میں عبداللہ بن سعید اور کرابیسی کا ذکر کرتے ہیں، حالانکہ یہ دونوں امام شافعی کے مقلد تھے (دیکھئے طبقات الشافعیہ)، ابن حجر نے لسان المیزان میں ان دونوں کا فقہائے شافعیہ میں سے ہونا ذکر کیا ہے۔

مولوی ابوالقاسم صاحب نے اسی سلسلہ میں ابن عیینہ کا یہ قول بھی لکھا ہے کہ "پہلے پہل امام ابو حنیفہؒ ہی نے مجھکو اہل حدیث بنایا" (ص۶)

میں کہتا ہوں کہ اگر مولوی صاحب کی نظر وسیع ہوتی تو اسی ایک بات سے ان کی سمجھ میں آسکتا تھا کہ کتابوں میں اہل حدیث کے لفظ سے کیا مراد ہوا کرتی ہے، مولوی صاحب اگر احسان مانیں تو میں ان کو بتاؤں کہ جو فقرہ انھوں نے لکھا ہے وہ اول من صیرنی محدثا ابو حنیفة کا ترجمہ ہے۔

سفیان بن عیینہ کا مقولہ تاریخ ابن خلکان (ص ۲۱۱ ج ۱) میں انھیں الفاظ میں مذکور ہے۔ ترجمہ کرنے والے نے محدث کا ترجمہ اہل حدیث کر دیا۔ پس جب اہل حدیث بنانے سے محدث بنانا مراد ہے تو مولوی ابوالقاسم صاحب نے بعد میں جو فقرہ اپنی طرف سے لکھا ہے وہ یوں ہونا چاہیئے کہ امام اعظمؒ محدث تھے اور دوسروں کو (بلکہ سفیان بن عیینہ جیسوں کو بھی) محدث بنایا کرتے تھے۔

اس کے بعد بقیہ ائمہ کی نسبت بھی اسی طرح کی عبارتیں نقل کی ہیں، لہٰذا ان سب پر الگ الگ بحث کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں! ایک بات ہم مولوی ابوالقاسم صاحب سے یہاں ضرور پوچھیں گے کہ جب آپ کی تحقیق میں ائمہ اربعہ اہل حدیث تھے یعنی انھوں نے بھی آپ کی طرح حدیث کو اپنا پروگرام بنایا تھا اور اپنے ہر قول و فتوی کی بنیاد

حدیث ہی پر رکھی تھی تو آپ کو ایک الگ جماعت قائم کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ کیا ائمہ اربعہ کے ماننے والوں نے ان کے پروگرام کو قبول کیا تو وہ اہل حدیث نہیں ہوئے؟ اگر ہوئے اور یقیناً ہوئے تو ان سے علیحدہ ایک جماعت قائم کرنے کا مقصد تفریق بین المسلمین کے سوا اور کیا ہے؟۔

دوسری بات یہ دریافت کرنی ہے کہ ان ائمہ کی نسبت اہل حدیث کا لفظ کہیں مل جاتا ہے تو اس کو بہت دھوم دھام سے نقل کرتے ہیں، لیکن فقہاء، اهل الفقه، ائمة الفقه کے جو الفاظ جگہ جگہ ان کی نسبت مذکور ہیں ان کو کیوں نہیں نقل کرتے، مثلاً اصول الدین (ص ۳۱۲) کی جو عبارت آپ نے نقل کی ہے اس سے چند سطر پہلے مذکور ہے ومن بعدهم ائمة الامة فى الفقه مثل الاوزاعى ومالك والثورى والشافعى وابى ثور واحمد بن حنبل الخ

اسی ضمن میں ایک بات مولوی ابوالقاسم صاحب نے یہ لکھی ہے کہ امام احمد سے حدیث نبویؐ لا تزال طائفة من امتى منصورين (میری امت میں ایک گروہ مظفر و منصور رہے گا) کی نسبت پوچھا گیا کہ یہ کون لوگ ہیں، تو فرمایا اہل حدیث ہیں (ص ۷) میں کہتا ہوں کہ یہاں آپ نے اصح الکتب بعد کتاب اللہ (یعنی صحیح بخاری) کو پس پشت ڈال دیا ورنہ معلوم ہو جاتا کہ امام احمد بن حنبل کی مراد "جماعت اہلحدیث" نہیں ہے بلکہ حدیث نبوی کا علم رکھنے والے چاہے وہ حنفی ہوں یا شافعی یا مالکی وغیرہ، صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ اس گروہ سے اہل العلم مراد ہیں لا تزال طائفة من امتى ظاهرين على الحق، وهم اهل العلم، (دیکھو بخاری شریف ص ۱۰۸۷ ج ۲)

<u>بڑے پیر</u> | اس کے بعد مولوی ابوالقاسم صاحب نے بڑے پیر صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "اہل بدعت کی علامت اہل حدیث کو برا کہنا ہے" میں کہتا ہوں کہ بایں ہمہ وہ

مذہب حنبلی کے مقلد تھے، جیسا کہ غیر مقلدین کے امام نواب صدیق حسن خانصاحب کی کتاب مسک الختام میں ہے کہ: "مشہور و مقرر آن ست کہ ایشاں حنبلی مذہب اند وذکر ایشاں در حنابلہ واقع است" (ص ۱۴) دوسرے یہ کہ اصحاب الحدیث کے لفظ سے ان کی مراد تمام اہلسنت ہیں۔ چنانچہ مولوی یوسف صاحب جے پوری اسی غنیۃ الطالبین کی عبارت نقل کرتے ہیں: اهل السنة ولا اسم لهم الا اسم واحد وهو اصحاب الحديث (دیکھو حقیقۃ الفقہ ص ۱۱) اور خود ہی ترجمہ کرتے ہیں کہ "اہل سنت کا ایک ہی نام ہے اور وہ اہلحدیث ہے" دیکھئے! اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ پیران پیر تمام اہلسنت کا نام اصحاب الحدیث بتاتے ہیں۔ مولوی ابوالقاسم صاحب نے بھی اس عبارت کو نقل کیا ہے، مگر اس کی ابتدا میں "اهل السنة" کا جو لفظ ہے اس کو چھوڑ دیا ہے۔

<u>افغانستان</u> | مولوی ابوالقاسم صاحب نے ابوالطیب سہیل(۱) بن محمد سلیمان صعلوکی کی نسبت فرشتہ کے اردو ترجمہ سے یہ دکھا کر کہ وہ اہلحدیث سے تھے، بڑی خوشی منائی ہے کہ لیجئے غزنی کے دربار میں بھی اہلحدیث عالم موجود تھے، (ص ۸) لیکن اگر ان کی نظر اردو ترجموں سے کچھ آگے پہنچی ہوتی، تو سمعانی کی انساب اور سبکی کی طبقات (ص ۱۶۹ ج ۳) سے بآسانی معلوم ہو سکتا تھا کہ ابوالطیب مذکور مذہب شافعی کے مقلد تھے، لہٰذا ان کو اہلحدیث لکھنا اس اصطلاح پر مبنی ہے، جس کے رو سے مالکی و شافعی لوگ اہلحدیث کہلاتے ہیں (دیکھو مقدمہ ابن خلدون ص ۳۴۷ و ۳۷۵) بلکہ تمام بلاد خراسان کی یہ اصطلاح ہے کہ اہل حدیث بولکر سوائے شافعیہ کے دوسرے کسی کو مراد نہیں لیتے، جیسا کہ ابن الصلاح اور سبکی نے تصریح کی ہے، ذلك اصطلاح اهل خراسان اذا اطلقوا اصحاب الحديث يعنون الشافعية (طبقات سبکی ص ۲۵۸ ج ۳) اذا اطلق اهل الحديث لا يراد غير الشافعية (طبقات سبکی ص ۲۵۹ ج ۳)

(۱) سہیل لکھنا غلط ہے، سہل صحیح ہے۔ دیکھو طبقات کبریٰ سبکی (ص ۱۶۹ ج ۳)

اس کے بعد مولوی ابوالقاسم صاحب ایک مجتہدانہ شان سے رقمطراز ہیں کہ:

"سلطان محمود غزنوی کا اہل حدیث عالم سے سفارت کا کام لینا شاید اس وقت شروع ہوا جبکہ وہ مشہور اہلحدیث فاضل قفال مروزی کی صحبت کے اثر سے مذہب حنفی کو خیر باد کہہ چکا تھا" (ص ۸)

اس دو سطر کی عبارت میں مولوی صاحب نے اپنے اجتہاد کی خوب نمائش کی ہے۔

۱۔ قفال مروزی کو اہلحدیث لکھا حالانکہ وہ کٹر شافعی مقلد تھے (دیکھو طبقات شافعیہ ص ۱۹۸ ج ۳)

۲۔ قفال مروزی کے مکذوب و جعلی قصہ کا اعادہ کیا حالانکہ وہ قصہ عقلاً و نقلاً باطل ہے، تفصیل کیلئے ملا علی قاری اور ملا عبدالنبی گنگوہی کے رسالے دیکھئے نیز "مخائل الاقتعال علی صلوٰۃ القفال" نامی میرا رسالہ پڑھئے۔

۳۔ سلطان محمود غزنوی کی حنفی مذہب سے بیزاری کا راگ الاپا، حالانکہ مسعود بن شیبہ اور عبدالقادر قرشی نے سلطان کو فقہائے حنفیہ میں شمار کیا ہے اور مدتوں تک فقہ حنفی میں سلطان کی ایک تصنیف تفرید نامی بلاد غزنہ میں مشہور و متداول رہ چکی ہے۔ نیز سلطان کی آخر حیات تک اس کی سلطنت کے قاضی القضاۃ ابو محمد ناصحی حنفی تھے، جیسا کہ جواہر مضیہ میں ہے۔

۴۔ اگر اہل حدیث سے سفارت کا کام لینا حنفی مذہب سے بیزاری کا اثر ہے، تو سفارت کے واقعہ کے بائیس برس بعد ۴۱۲ھ میں قاضی القضاۃ ابو محمد ناصحی کو امیر حاج مقرر کرنا اور انھیں حنفی بزرگ کے ذریعہ حج کو از سر نو جاری کرانا (قرامطہ کے ظلم کی وجہ سے عرصہ دراز سے حج بند تھا) کیا مذہب حنفی سے گرویدگی اور اس کی برتری کا اعلان نہیں ہے؟ حیرت ہے کہ یہ واقعہ بھی اسی تاریخ فرشتہ ص ۲۶ ج ۱ میں مذکور ہے، مگر مولوی صاحب کو نظر نہیں آیا،

ہندوستان اوپر کے بیان سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ منصورہ (سندھ) کے اکثر مسلمانوں کا بشاری کے زمانہ میں اہلحدیث (۱) ہونا مولوی ابوالقاسم صاحب کیلئے کوئی خوشی کی چیز نہیں ہے، جب تک کہ ان کا غیر مقلد ہونا ثابت نہ ہو، اس لئے کہ ابن خلدون کے حوالہ سے بتایا جا چکا ہے کہ شافعیوں کو بھی اہلحدیث کہا کرتے تھے۔

تقسیم مذاہب دنیا کے مختلف حصوں میں مختلف مذہبوں کے قدرتی طور پر پھیلنے کو مولوی ابوالقاسم صاحب نے "ملکی بٹوارہ" قرار دیا ہے۔ اس کے جواب میں ہم کو اس کے سوا کچھ نہیں کہنا ہے کہ **موتوا بغیظکم**۔

ہاں! اس مسئلہ میں ایک بات کی طرف ان کو متوجہ کرنا ضروری ہے کہ قفال کبیر شاشی، عبدان مروزی (۲) اور ابو عوانہ اسفرائینی تو کبار اصحاب الحدیث میں سے ہیں، پھر ان لوگوں نے تقلیدی مذہب (شافعیت) کے قدم جمانے میں کس طرح کوشش کی۔

اشاعت بزور حکومت مولوی صاحب نے اپنے بعض پیشرووں کی تقلید میں اس بات پر بھی بہت زور دیا ہے کہ تقلیدی مذاہب بزور شمشیر رائج کئے گئے ہیں، لیکن مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ ع

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

تقلیدی مذاہب کی خداداد مقبولیت کو دیکھ کر جلنے والے سن رکھیں۔

بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجیست
کہ از مشقت او جز بمرگ نتواں رست

---

(۱) مولوی ابوالقاسم صاحب نے یہ بات مولوی عبدالحلیم شرر ناول نویس کی کتاب سے نقل کی ہے اور اس کے بعد انھوں نے ہندوستان میں اہلحدیث کی قدامت کی نسبت جو کچھ لکھا ہے وہ بھی بجنسہ شرر ہی کی تقلید میں ہے۔ دیکھو تاریخ سندھ شرر ص ۱۲۵ ج ۲) منہ ۱۲

(۲) امام اصحاب الحدیث (طبقات سبکی ص ۲۴۰ ج ۲) ۱۲ منہ

حسد کے جذبہ سے مغلوب ہو کر یہ بک دینا تو آسان ہے کہ تقلیدی مذاہب بزور شمشیر پھیلے، لیکن اس کی دلیل پیش کرنا، مولوی ابوالقاسم صاحب کے بڑوں کے امکان میں بھی نہیں ہے۔ مقریزی اور ابن خلکان کی عبارتوں کے ترجمہ میں مولوی صاحب نے زبردست خیانت کی ہے۔ ان عبارتوں میں حکومت کے ڈنڈے کے زور کا کوئی ذکر نہیں ہے، بلکہ حکومت کی زبانی زور کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے۔ مولوی صاحب اگر سچے ہوں تو وہ کسی تاریخی کتاب کی عبارت میں یہ دکھادیں کہ فلاں حکومت نے کسی ایک شخص کو تلوار یا ڈنڈے سے دھمکا کر یا زبانی ہی تہدید سے حنفی یا مالکی مذہب قبول کرنے پر مجبور کیا۔

ہاں! مذہب اہلحدیث کی اشاعت بیشک تلوار کے زور سے ہوئی، اور اس کا اقرار خود مولوی ابوالقاسم صاحب کے اسی خطبۂ صدارت میں ہے لکھتے ہیں کہ:

"یوسف (۱) بن عبدالمومن پھر اس کے بعد اس کے بیٹے یعقوب ۰۰۰۰ نے مذہب اہلحدیث کی پوری حمایت کی ۰۰۰۰۰۰ (یعقوب) ۰۰۰ خلیفہ کا حکم تھا کہ فقہ چھوڑ دو، ۰۰۰۰۰۰ اور کسی امام کی تقلید نہ کرو۔" (ص ۱۱)

دیکھئے! مولوی ابوالقاسم صاحب کو اقرار ہے کہ افریقہ کے ان بادشاہوں نے اپنے شاہی حکم سے تقلید بند کرادی، بلکہ اسی صفحہ ۱۱ میں انھوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ یوسف بادشاہ تلوار سامنے رکھ کر قرآن پاک اور سنن ابوداؤد کے سوا ہر چیز کو غلط کہتا تھا یعنی تلوار سے دھمکا کر لوگوں سے اُسے منواتا تھا، نیز انھوں نے اسی صفحہ میں انعام دینے کا بھی ذکر کیا ہے، یعنی روپیہ کا لالچ دلا کر بھی اہلحدیث کی اشاعت ہوئی۔

(۱) یوسف اور اس کا بیٹا یعقوب مولوی ابوالقاسم صاحب کے اقرار کے موافق اہلحدیث بادشاہ تھا ۱۲منہ

پھر مولوی صاحب نے انعام دینے کا ذکر کرکے لکھا ہے کہ یہی وجہ ہے کہ وہاں کے علماء کثر اہلحدیث ہو گئے اور مثال میں امام ابن حزم کا نام لیا ہے۔ ہم اس بیان میں مولوی صاحب کی تصدیق کرتے ہیں اور ہماری طرح ہر وہ آدمی اس کی تصدیق کے لئے مجبور ہے جو ہندوستان میں بھی سیکڑوں بندگان زر کو نواب صدیق حسن خانصاحب کی دادودہش کے اثر سے مذہب بدلتے دیکھ چکا ہے اور اس کے بعد انھیں واقعات کا اعادہ ہوتے ہوئے مئو اور بنارس میں بھی مشاہدہ کر چکا ہے۔

مذہبی عصبیت کے ماتحت مولوی صاحب لکھتے ہیں، کہ:

"اگر ایک مذہب کا مقلد اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرے مذہب میں داخل ہو جاتا تو وہ سزا کا مستحق ہوتا تھا"

اور "ابتلاء اہلحدیث" کے ماتحت لکھتے ہیں کہ ایک شخص حنفی مذہب چھوڑ کر رفع الیدین اور قرأۃ فاتحہ خلف الامام کرنے لگا ۰۰۰۰۰ تو اس کو بر سر بازار کوڑے لگائے گئے حیرت ہے کہ مولوی صاحب تو ہمارا عمل و مسلک یہ بتاتے ہیں، اور ان کے مذہب کے پیشوا مولوی محمد جوناگڈھی عقیدۂ محمدی میں، شرح درمختار معروف بہ شامی کے حوالہ سے ہمارا مسلک یہ نقل کرتے ہیں کہ:

"اگر ایک شخص نے آج ایک مذہب (مثلاً حنفی مذہب) کے مطابق (بغیر آمین بالجہر اور رفع الیدین اور فاتحہ خلف الامام کے) نماز پڑھی اور دوسرے دن وہ دوسرے مذہب (مثلاً شافعی مذہب) کے مطابق (یعنی آمین، رفع الیدین، سورہ فاتحہ وغیرہ سے) نماز پڑھتا ہے تو اس کے لئے منع نہیں (جائز ہے)" (ص ۱۰)

اب وہ ہی بتائیں کہ ہم ان کو سچا مانیں یا مولوی محمد صاحب کو؟

اصل حقیقت یہ ہے کہ مولوی ابوالقاسم صاحب نے یہاں سخت تلبیس و مغالطہ دہی سے کام لیا ہے۔ در مختار کی عبارت ارتحل الی مذهب الشافعی (کو وہ اس در مختار سے نقل کرتے ہیں جو شامی کے حاشیہ پر ہے اور اس عبارت پر شامی جو لکھتے ہیں اس سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں، ناظرین کو میں بتانا چاہتا ہوں کہ شامی نے اس جگہ تصریح کر دی ہے کہ حنفیت چھوڑ کر شافعی ہو جانے والے کو اس وقت سزا دی جائے گی جب کہ اس نے ناجائز یا شرعاً ناپسندیدہ غرض کے لئے تبدیل مذہب کیا ہو، مثلاً شہوت رانی یا اور کسی دنیاوی غرض کے لئے، لیکن اگر ایسا نہ ہو بلکہ اس کو ملکہ اجتہاد (ا) حاصل ہو گیا، اور اجتہاد سے اس کو واضح ہو گیا کہ فلاں بات حق ہے، اس لئے اس کو اس نے اختیار کر لیا تو وہ ہر گز سزا کا مستحق نہیں۔

حاصل یہ ہے کہ ہمارے فقہاء نے تبدیل مذہب کرنے والے کو مذہبی عصبیت کی بناء پر مستحق سزا نہیں قرار دیا ہے، بلکہ اس لئے کہ اس نے تبدیل مذہب کو شہوت رانی یا تحصیل غرض فاسد کا ذریعہ قرار دیا، اور اس طرح مذہب کو مذاق بنایا، چنانچہ اس کی بھی اسی جگہ شامی میں تصریح موجود ہے۔ نیز یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شافعی بھی ایسی ہی کسی غرض فاسد کے لئے حنفی ہو جائے، تو اس کا بھی وہی حکم ہے، جیسا کہ شامی میں اسی جگہ اس کی بھی تصریح موجود ہے، مگر مولوی ابوالقاسم صاحب ان سب تصریحات سے آنکھیں بند کر کے صرف ایک فقرہ نقل کرتے ہیں۔ معلوم نہیں اس قسم کے فریب کارانہ حرکات کے جواز کے لئے کون سی آیت یا حدیث رکھتے ہیں۔

ابتلاء اہلحدیث کے ماتحت مولوی ابوالقاسم صاحب لکھتے ہیں کہ:

"امام بخاری جامع حدیث نبوی کو ابوحفص حنفی نے پہلے تو بخارا میں

(ا) مولوی ابوالقاسم صاحب کو یہاں وسوسہ نہ ہو کہ ہم بھی تو مجتہد ہیں، اس لئے کہ جو شخص جعلی اور غیر جعلی حدیثوں میں تمیز نہ کر سکے اس کو اجتہاد کا خواب دیکھنا زیبا نہیں۔ ۱۲ منہ

فتویٰ دینے سے روکا پھر شہر بدر کرایا" (ص ۱۲)

اس قصہ میں ابو حفص کی طرف شہر بدر کرانے کی نسبت صریح افتراء پردازی ہے، اور اس کیلئے جواہر مضیہ کا نام لینا دوسرا افتراء ہے، شاید مولوی ابوالقاسم صاحب کو یہاں علی الکاذبین والی آیت یاد نہیں رہی، جواہر مضیہ میں ابو حفص کی نسبت صرف اتنا لکھا ہے کہ انھوں نے امام بخاری سے یہ کہہ کر فتوے دینے سے منع کیا کہ آپ اس کے اہل نہیں ہیں۔ (ابو حفص کا امام بخاری سے یہ کہنا محض نصیحۃً تھا، اور ان کو اس کا حق تھا اس لئے کہ امام بخاری ان کے لڑکے کے برابر اور پڑھنے میں ان کے ہم سبق اور ساتھی تھے) اس کے آگے جواہر مضیہ میں یہ لکھا ہے کہ امام بخاری مانے نہیں، فتویٰ دیتے رہے، تا آنکہ کسی نے ایک ایسا مسئلہ پوچھا جس کے جواب میں امام بخاری سے غلطی ہو گئی، غلطی نہایت واضح تھی، اس لئے اہل شہر نے ان کو وہاں سے نکلنے پر مجبور کیا۔ مولوی ابوالقاسم صاحب کی دیانت دیکھئے کہ انھوں نے اہل شہر کا الزام ابو حفص کے سر تھوپ دیا۔

مولوی ابوالقاسم صاحب نے اپنے اس افتراء کو ص ۱۵ میں بھی دہرا لیا ہے، بلکہ وہاں اس کے ساتھ ایک اور افتراء بھی شامل کر دیا ہے، وہ یہ کہ امام بخاری نے فتویٰ غلط نہیں دیا تھا، ابو حفص کبیر نے ان پر افتراء کیا تھا، حالانکہ یہ سراسر بہتان ہے، مولوی صاحب نے فوائد بہیہ کا حوالہ دیا ہے، اس میں ہرگز یہ مضمون نہیں ہے، بلکہ اس میں بعینہٖ وہی بات ہے، جو جواہر مضیہ میں ہے، ہم جواہر اور فوائد دونوں کی عبارتیں ناظرین کے سامنے رکھے دیتے ہیں اور لفظی ترجمہ بھی پیش کر دیتے ہیں۔

قدم محمد بن اسماعیل البخاری فی زمن ابی حفص الکبیر وجعل یفتی فنهاه ابو حفص وقال لست باهل له فلم	محمد بن اسماعیل بخاری، ابو حفص کبیر کے زمانہ میں بخاریٰ آئے اور فتویٰ دینے لگے، ابو حفص نے ان کو منع کیا اور کہا کہ آپ اس کے اہل نہیں ہیں، پس وہ بازنہ

ينته حتى سئل عن صبيين شربا من لبن شاة او بقرة فافتى بثبوت الحرمة فاجتمع الناس عليه واخرجوه من بخاریٰ (فوائد ص۱۸) جواہر ص۶۷ ج۱

آئے یہاں تک کہ ان سے دو بچوں کی نسبت جنھوں نے ایک بکری یا گائے کا دودھ پی لیا مسئلہ پوچھا گیا انھوں نے حرمت کے ثبوت کا فتویٰ دیدیا پس لوگ ان پر اکٹھا ہو گئے اور لوگوں نے ان کو بخاریٰ سے نکال دیا۔

میں سمجھتا ہوں کہ مولوی ابوالقاسم صاحب کی نام لی ہوئی دونوں کتابوں کی اصل عبارت سامنے آجانے کے بعد اس میں تو اب کوئی اشتباہ نہیں رہ جاتا کہ مولوی صاحب نے سخت افترا پردازی کی، لیکن ابھی ایک بات رہی جاتی ہے، وہ یہ کہ مولوی صاحب نے یہ کیوں کیا تو یہ داستان بڑی دردناک ہے، اور در حقیقت مولوی صاحب نے اسی پر پردہ ڈالنے کیلئے یہ سب جتن کئے ہیں۔

وہ داستان یہ ہے کہ محمد بن یحییٰ ذہلی مولوی ابوالقاسم صاحب کی اصطلاح میں نیشاپور کے ایک زبردست مشہور اہلحدیث تھے۔ ان سے اور امام بخاری سے ایک مسئلہ میں اختلاف ہو گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے امام بخاری کی سخت مخالفت کی اور یہاں تک کہہ اٹھے کہ وہ بدعتی ہیں، جو ان کے پاس جائے وہ ہمارے پاس نہ آئے، اور یہ کہ وہ میری موجودگی میں یہاں (نیشاپور میں) نہیں رہ سکتے، امام بخاری خوف زدہ ہو کے وہاں سے بخارا چلے آئے (اس کی پوری تفصیل غیر مقلدین کے معتمد علیہ بزرگ ابن حجر کے مقدمہ فتح الباری ص۵۷۹ میں پڑھئے) لیکن محمد بن یحییٰ ذہلی نے امام بخاری کو یہاں بھی چین نہ لینے دیا۔ اس کی تفصیل حافظ شمس الدین ذہبی جیسے مورخ اور حافظ حدیث نے اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں یہ لکھی ہے کہ ذہلی نے امام بخاری کی شکایتیں حاکم بخارا اور

وہاں کے علماء کے پاس لکھ بھیجیں، حاکم نے سخت برہم ہو کر امام بخاری کے حق میں بہت برا ارادہ کیا لیکن امام ابو حفص کبیر حنفی کے بیٹے محمد بن حفص کو اس کی اطلاع ہو گئی اور انھوں نے خفیہ امام بخاری کو بخارا کی کسی رباط میں پہنچا دیا (دیکھو فوائد بہیہ ص۱۹)

ناظرین نے اب خوب سمجھ لیا ہوگا کہ مولوی ابوالقاسم صاحب نے مذکورہ بالا افترا پردازیاں کیوں کی تھیں۔ امام بخاری کو در حقیقت ایک اہلحدیث بزرگ نے بخارا سے نکلوایا اور نیشاپور میں اصحاب الحدیث (اہلحدیث) ہی میں سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھ کر امام بخاری کے خلاف فتنہ برپا کرایا، (مقدمہ ص۵۷۹) اور جن امام ابو حفص کو مولوی ابوالقاسم صاحب بدنام کر رہے ہیں، انھیں کے بیٹے محمد نے بخارا میں امام بخاری کی جان بچائی اور اپنی جان پر کھیل کر ان کو بخارا کی کسی رباط میں پہونچا دیا۔

اختلاف بیان مولوی ابوالقاسم صاحب نے ص۹ میں لکھا ہے کہ "چوتھی صدی ہجری میں تقلید نے دنیا میں نیا جنم لیا تھا۔" لیکن ص۱۲ میں امام شافعی پر حملہ کرنے والے کو مالکی مذہب کا مقلد اور امام بخاری کو شہر بدر کرانے والے کو حنفی لکھ کر ص۱۳ میں لکھتے ہیں کہ "یہ مختصر نمونہ تھا ارباب تقلید کے سلوک کا اصحاب حدیث سے" معلوم ہوا کہ تقلید کا وجود دوسری صدی میں تھا اس لئے کہ امام شافعی کی وفات دوسری صدی میں یعنی ۲۰۴ھ ہوئی ہے۔ ہم کچھ نہ کہیں گے، مولوی صاحب خود بتائیں کہ اس اختلاف بیان کی بنا پر ان پر کون سی مثل صادق آتی ہے۔

ابن تیمیہ ابتلائے اہلحدیث کے تحت میں ابن تیمیہ کو امام اہلحدیث لکھا ہے، حالانکہ نواب صدیق حسن خانصاحب نے ان کو امام احمد کے اتباع (مقلدین) میں شمار کیا ہے۔ (دیکھو مسک الختام ص۴)

اسی طرح امام مزی کو مقتدائے اہلحدیث لکھا۔ حالانکہ وہ شافعی المذہب تھے، امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ ص ۲۸۰ ج ۲ میں اس کی تصریح کی ہے۔ یونہی

حافظ عبدالغنی مقدسی کو "کھلا اہلحدیث" بتایا، حالانکہ ان کے حنبلی ہونے کی تصریح امام ذھبی نے تذکرہ ص۱۶۰ ج۴ میں کی ہے، اسی طرح سلطان الاولیاء حضرت شیخ نظام الدین دہلوی کو اصحاب حدیث (اپنے اصطلاحی معنی میں) شمار کیا؛ حالانکہ مولوی ابوالقاسم صاحب نے تاریخ فرشتہ کے جس مقام کا حوالہ دیا ہے، اسی جگہ مذکور ہے کہ حضرت شیخ کے مخالف نے شیخ سے کہا کہ تم "مرد مقلد" ہو اور شیخ نے اس کی تردید نہیں کی، نیز تاریخ فرشتہ ص۵۹۷ ج۲ میں ہے کہ "ابو حنیفہ کی فقہ اور تفسیر اور حدیث اور اصول و کلام میں استحضار اور مہارت تام رکھتے تھے"

نیز اسی قبیل سے اس سلسلہ میں مولانا اسماعیل (۱) شہیدؒ کا نام لینا بھی ہے۔ اس لئے کہ مولانا بھی ترک تقلید کے حامی نہیں تھے، بلکہ تقلید مذاہب اربعہ کو بہتر سمجھتے تھے، صراط مستقیم میں خود فرماتے ہیں "اما اتباع مذاہب اربعہ کہ رائج در تمام اہل اسلام است بہتر و خوب است" (بہر حال چاروں مذہبوں کی پیروی جو تمام اہل اسلام میں رائج ہے بہت ہی عمدہ اور اچھی بات ہے)

مذہبی جنگ اس کے بعد مولوی صاحب نے مذہبی جنگ کے عنوان سے مذاہب

(۱) نیز اسی قبیل سے ص۲۶ میں حضرت میرزا مظہر جان جاناں کو بھی اہلحدیث ظاہر کرتا ہے، حالانکہ میرزا صاحب پکے حنفی تھے اور دو ایک کام جو خلاف مذہب حنفی کرتے تھے اس کی نسبت ان کے خلیفہ ارشد حضرت شاہ غلام علی فرماتے ہیں کہ "از انتقال در مسئلہ جزئی خلاف مذہب لازم نمی آید" (مقامات مظہری ص۱۱۹) یعنی کسی جزئی مسئلہ میں اختلاف کرنے سے مذہب کی مخالفت لازم نہیں آتی۔ اور یہ بات خود میرزا صاحب نے بھی لکھی ہے (دیکھو مکتوب ۱۶ ص۱۰۲) حضرت میرزا صاحب کی ذاتی تحقیق یہ تھی کہ سری نمازوں میں مقتدی کو فاتحہ پڑھنا اچھا ہے (لازم و واجب نہیں ہے) مگر مذہب حنفی کے التزام کا ان کو اتنا اہتمام تھا کہ خود امامت فرماتے تھے تاکہ بلا ضرورت حنفی مذہب سے اختلاف کی نوبت نہ آئے (مقامات ص۱۱۹)

اربعہ کے ماننے والوں کے باہمی جھگڑوں کا ذکر کیا ہے، مولوی صاحب کو اس تذکرہ سے پہلے ذرا اپنے گھر کی طرف بھی ایک نگاہ ڈال کر غور کرنا چاہئے تھا کہ جس جماعت کو پیدا ہوئے ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن بھی نہیں ہوئے خود اس میں کتنے جھگڑے ہیں۔

بہت سے ناظرین کو معلوم نہ ہوگا کہ اہل حدیث میں ایک پارٹی مولوی عبدالوہاب صدری دہلوی کو اپنا امام مانتی ہے، دوسری مولوی ثناءاللہ صاحب کو اپنا سردار تسلیم کرتی ہے اس پارٹی میں مولوی ابوالقاسم صاحب بھی ہیں، پہلی پارٹی دوسری پارٹی کی نسبت علانیہ کہتی ہے کہ وہ جاہلیت کی موت مریگی۔ چنانچہ مولوی ابوالقاسم صاحب اس پارٹی پر تعریض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"دعوائے امامت کر کے نواب بے ملک بن گئے، اور فتویٰ دیدیا کہ جو میری بیعت نہ کریگا اور میرے پاس زکوۃ کی ساری رقم نہ بھیج دے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا"۔ (خطبۂ صدارت ص۲۸)

اور دوسری پارٹی پہلی کو ملعون قرار دیتی ہے۔ چنانچہ خود مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ جو مدعی امامت امور شرعی کو نافذ نہ کر سکتا ہو نہ قائم رکھ سکتا ہو ملعون ہے (خطبۂ صدارت ص۲۸)

بہتانات اس عنوان کے ماتحت خطبۂ صدارت میں مصنفین کی بھول چوک کو بھی ذکر کر کے بہتان و اتہام سے تعبیر کیا گیا ہے، مثلاً صاحب ہدایہ نے بھول سے یہ لکھ دیا ہے کہ امام مالک کے نزدیک متعہ جائز ہے، تو مولوی ابوالقاسم صاحب کے خیال میں صاحب ہدایہ نے امام مالک پر جھوٹا الزام لگایا ہے۔ العیاذ باللہ۔ اگر بھول چوک بھی ان کے نزدیک قابل معافی نہیں ہے تو ابن ابی شیبہ نے کتاب الرد علی ابی حنیفہ میں جہاں جہاں امام ابو حنیفہ کا مذہب غلط نقل کیا ہے وہاں پر اس کتاب کے ترجمہ میں مولوی ابوالقاسم

صاحب نے کیوں نہیں لکھا کہ یہاں ابن ابی شیبہ نے امام پر جھوٹا الزام لگایا ہے، مثلاً ابن ابی شیبہ نے لکھدیا کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عشاء کا وقت بس آدھی رات تک رہتا ہے (دیکھو کتاب الرد ص ۳۰ اور اپنا ترجمہ ص ۲۹) حالانکہ یہ بقول آپ کے "صریح اتہام" ہے، امام صاحب کے نزدیک صبح صادق تک عشاء کا وقت ہے (دیکھو شرح معانی الآثار ص ۹۴، ۹۵ ج ۱) اسی طرح ابن ابی شیبہ نے لکھ دیا کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صدقہ کھانا موالی بنی ہاشم کو درست ہے، (کتاب الرد ص ۳۸ اور ترجمہ ص ۳۵) حالانکہ ایسا نہیں ہے (دیکھو طحاوی ص ۳۰۱ ج ۱) اس کی اور بہت سی مثالیں ہیں جو بخوف تطویل نظر انداز کی جاتی ہیں۔

مولوی صاحب نے بعض صحیح باتوں کو بھی بہتان میں داخل کر دیا ہے، مثلاً صاحب ہدایہ کا یہ لکھنا کہ امام شافعی کے یہاں شطرنج کھیلنا مباح ہے، مگر مولوی صاحب اپنی نادانی کی وجہ سے اس کو بہتان کہتے ہیں، ان کو شافعیوں کے مذہب کی خبر نہیں ہے۔ علامہ ابن حجر مکی شافعی زواجر میں لکھتے ہیں فمتی کان المعتمد علی الفکر والحساب فلا وجه الا الحل کالشطرنج (ص ۱۶۸ ج ۲)

اس سلسلہ میں سنن نسائی کے ایک حاشیہ پر بھی بڑی برہمی کا اظہار کیا ہے حالانکہ برہمی کی کوئی وجہ نہیں ہے، اس لئے کہ حاشیہ میں تو خود آپ کے ترجمہ کے بموجب ان وہابیوں کو خارجی کہا گیا ہے، جو ہمارے مردوں کا قتل اور عورتوں کو قید کرنا مباح جانتے ہیں، لہذا اگر آپ ایسے نہیں ہیں تو آپ کو برا کیوں لگتا ہے، اور اگر آج کوئی غیر مقلد ایسا نہیں ہے، تو کیا معلوم کہ جس زمانہ میں وہ حاشیہ لکھا گیا تھا اس وقت بھی کوئی وہابی اس خیال کا نہ تھا جب تک اس کو ثابت نہ کیجئے اس حاشیہ کو بہتان نہیں کہہ سکتے، کیا محمد بن عبد الوہاب نجدی کا مسلمانوں سے لڑنا اور کشت و خون کا بازار گرم کرنا آپ کو معلوم نہیں ہے، لہذا اس زمانہ میں ہندوستان میں بھی کوئی وہابی اس طرح کا ہو تو کیا بعید ہے۔

مسلک اہلحدیث ان سب قصوں کے بعد مولوی صاحب نے مسلک اہلحدیث کا بیان شروع کرتے ہوئے علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین، کے معنی بتائے ہیں کہ میری سنت اور خلفائے راشدین کی روش اختیار کرنا (ص ۱۶) اور آگے وہ روش یہ بتائی ہے کہ خلفائے راشدین اختلاف کے وقت حدیث پر عمل کرتے تھے، مقصد مولوی صاحب کا یہ ہے کہ سنت صرف رسول خدا ﷺ کی ہے اور وہی تنہا قابل پیروی ہے، خلفاء کی سنت سنت نہیں نہ خلفا کی سنت کی پیروی کا اس حدیث میں حکم ہے، اس میں تو بس عمل بالحدیث کا حکم ہے جو خلفاء کی روش ہے۔

ہم کو اس جگہ مولوی صاحب سے گذارش کرنا ہے کہ آپ اس حدیث کے یہ معنی بیان کر کے دنیا کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ کے ہزار ہا صحابہ کرام میں صرف چار حضرات رضی اللہ عنھم عمل بالحدیث کرتے تھے، باقی کوئی دوسرا صحابی عامل بالحدیث نہیں تھا، اور یہ بھی باور کرا رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ باقی صحابہ کو (العیاذ باللہ) ایسا ہی سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صرف چار حضرات (خلفائے راشدین) کی روش اختیار کرنے کو کہتے ہیں، دوسرے کسی صحابی کی نہیں، عیاذاً باللہ۔ مولوی صاحب کو صحابہ کرام کی نسبت ایسی بد گمانی پھیلانے سے توبہ کرنی چاہئے، ورنہ بتانا چاہئے کہ چار ہی حضرات کی تخصیص کیوں کی گئی۔

اس کے بعد ہم کو ان سے یہ گذارش کرنا ہے کہ اگر بالفرض سنة الخلفاء سے ان کی روش ہی مراد ہو تو اس روش کی تخصیص عمل بالحدیث کے ساتھ آپ نے کس دلیل سے فرمائی ہے، اگر کہئے کہ خلفاء کے سیر و سوانح حیات سے ان کی یہی روش ثابت ہوتی ہے، تو گذارش ہے کہ سیر و سوانح سے خلفاء کی روش صرف وہی نہیں ثابت ہوتی، بلکہ کچھ اور بھی، مثلاً حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کلالہ کی نسبت محض اپنی رائے سے فرمایا کہ اراه ما خلا الوالد، والولد اور مثلاً حضرت عمر فاروقؓ نے شریح کو ہدایت کی

کہ جس مسئلہ میں آیت یا حدیث نہ ملے تو نیکو کاروں نے جو فیصلہ کیا ہے اس پر تم بھی فیصلہ دو ،جب یہ بھی نہ ملے تو خود اجتہاد کرو، نیز یہ بھی ہدایت فرمائی کہ ایک معاملہ کو دوسرے پر قیاس کرو(دیکھو حافظ ابن القیم کی اعلام الموقعین ص۲۹،۳۰ ج۱)اور مثلاً حضرت عمر فاروقؓ اس بات کو رد کرنے کی جرأت نہیں کرتے تھے جو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمائی ہو، چنانچہ کلالہ کے باب میں انھوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی پیروی کی (اعلام ص ۷۳) نیز ان کی روش تھی کہ کتاب وسنت میں مسئلہ نہ ملتا اور حضرت ابو بکرؓ کا اس بابت کوئی فیصلہ مل جاتا تو اسی پر کاربند ہو جاتے (اعلام ص ۲۲ ج۱)اور مثلاً حضرت عثمان غنیؓ نے محض اپنی رائے سے مرض الموت کی مطلقہ کو وارث قرار دیا(اعلام ص۷۶ ج۱) اور مثلاً حضرت علی مرتضیٰؓ نے محض اپنی رائے سے ام ولد کی بیع ممنوع قرار دی (اعلام ص۷۶ ج۱)

ان مثالوں سے ثابت ہوا کہ خلفائے راشدین کی یہ روش بھی تھی کہ جن مسائل میں کوئی آیت یا حدیث نہیں ہوتی تھی ان میں اپنی رائے سے فتویٰ اور فیصلے دیتے تھے، نیز ان کی روش یہ بھی تھی کہ وہ ایک معاملہ کو دوسرے پر قیاس فرماتے تھے۔مزید تفصیل کے لئے اعلام الموقعین از ص۲۸ تا ص۸۰ ج۱ کا مطالعہ کیا جائے۔

پھر خلفائے راشدین کی یہ روش بھی تھی کہ ایک خلیفہ آنحضرت ﷺ کے طرز عمل کے ساتھ ساتھ اپنے پیشرو خلیفہ کے طرز عمل کو بھی باوجودیکہ وہ آنحضرت ﷺ کے طرز عمل سے مختلف ہوتا تھا قابل عمل و پیروی قرار دیتا تھا ، جیسا کہ حضرت عمرؓ کے قول ان استخلف فقد استخلف من هو خير منى يعنى ابا بكر وان اتركـكم فقد تركـكم من هو خير منى رسول الله صلى الله عليه وسلم (یعنی اگر میں کسی کو خلیفہ بنا جاؤں تو یہ بھی مجھ سے بہتر شخص یعنی ابو بکر نے کیا ہے اور نہ بنا جاؤں تو یہ بھی مجھ سے بہتر ہستی نے یعنی رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے) سے ظاہر ہے، علامہ نووی فرماتے

ہیں کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ خلیفہ بنانا (طرز عمل صدیقی)اور نہ بنانا (طرز عمل نبوی) دونوں جائز ہیں(نووی شرح مسلم ص۱۲۹ ج۲)

جماعت اہلحدیث کی روش بقول مولوی ابوالقاسم صاحب یہ ہے کہ:

”ہم حدیث نبوی کے مقابلہ میں کسی بڑی سے بڑی ہستی کے قول ورائے کو پرپشہ کے برابر بھی وقعت نہیں دیتے“(خطبۂ صدارت ص۲۰)

مگر حضرت عمرؓ خلیفۂ راشد طرز عمل نبوی کو اختیار کرنے کے باوجود طرز عمل صدیقی کو اتنی وقعت دیتے تھے کہ اس کو قابل پیروی سمجھتے تھے،لہذا آپ حضرت عمرؓ کی یہ روش چھوڑ کر حدیث عليكم بسنتى و سنة الخلفاء الراشدين کے بھی تارک ہو گئے۔

نیز خود آپ کے اقرار کے بموجب خلفائے راشدین کی یہ روش بھی تھی کہ وہ سابق خلیفہ کے طرز عمل کو بھی سنت قرار دیتے تھے ، چنانچہ آپ نے خود لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کی مقرر کی ہوئی حد خمر (اسی کوڑے) کو بھی باوجودیکہ وہ عہد نبوی کی حد سے مختلف ہے ، سنت کہا۔ حضرت عثمانؓ خلیفہ راشد نے بھی اس پر سکوت فرما کر اپنی رضا کا اظہار کیا(خطبۂ صدارت ص ۱۸) مگر آپ لوگ سنت تو در کنار اس کو پرپشہ کے برابر بھی نہیں مانتے (العیاذ باللہ)

اس کے بعد ہم کو گذارش کرنا ہے کہ جب ہر معاملہ میں خلفائے راشدین کی روش اور ان کا طریقہ آنحضرت ﷺ کے قول وفعل کو تمام اقوال وافعال پر مقدم کرنا تھا تو ضروری ہے کہ ان کی روش اور سنت نبوی میں تعارض نہ ہو، پھر کیا وجہ ہے کہ مسئلہ استخلاف میں آپ سنت نبویہ اور سنت خلیفۂ راشد میں تعارض اور اختلاف مانتے ہیں۔ (دیکھو خطبۂ صدارت ص۱۸)

نیز کیا وجہ ہے کہ مسئلہ طلاق ثلاث اور مسئلہ تمتع بالحج میں حضرت عمرؓ نے جو

فتوی اور حکم دیا اس کی نسبت آپ یہ نہیں کہتے کہ ان مسئلوں میں حضرت عمرؓ نے آنحضرت ﷺ ہی کے قول و فعل کو مقدم کیا ہے، اگر کہئیے کہ ہر معاملہ میں خلفائے راشدین کی یہ روش نہیں تھی، تو معاذ اللہ آپ خلفائے راشدین کی نسبت یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ کہیں کہیں وہ اپنے قول و فعل کو آنحضرت ﷺ کے قول و فعل پر مقدم کرتے تھے، توبہ توبہ غور کیجئے کہ خلفاء پر یہ کتنا بڑا حملہ ہے۔

نیز آپ کے اس قول پر لازم آئے گا کہ آنحضرت ﷺ نے دو متضاد باتوں پر عمل کرنے کا حکم دیا، اس لئے کہ آپ نے اپنی سنت کو لازم بنانے کے ساتھ ساتھ خلفاء کی روش کو بھی (جو بقول آپ کے سنت نبویہ کے کہیں کہیں خلاف بھی ہے) لازم بنانے کا حکم دیا آپ جو چاہیں کہیں لیکن ہم آنحضرت ﷺ کی ذات مقدس کو اس سے ارفع و اعلیٰ سمجھتے ہیں کہ آپ دو متضاد باتوں کا حکم دیں۔

اس کے بعد ہم کو یہ گذارش کرنا ہے کہ جب **عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين** میں کوئی قید یا تخصیص نہیں ہے تو آپ کو اپنی طرف سے کوئی قید یا تخصیص پیدا کرنے کا کیا حق ہے؟ اور کیا ایسا کرنا اپنی رائے کو قول نبوی پر مقدم کرنا نہیں ہے؟ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نے اس حدیث کا صریح معارضہ ومقابلہ کرتے ہوئے ص۱۹ میں لکھا ہے کہ:

> "جو کام خلفائے راشدین نے سیاستہ یا کسی وقتی ضرورت کے باعث کیا یا کرایا تھا وہ ہمارے لئے واجب الاتباع نہیں ہے"

ناظرین مولوی ابوالقاسم صاحب کی اس جرأت کو دیکھیں کہ آنحضرت ﷺ تو بلا کسی قید اور بغیر کسی استثناء کے خلفائے راشدین کی سنت کو واجب الاتباع فرماتے ہیں، اور مولوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ نہیں سیاسی امور اور وقتی ضرورت کے کام اس سے مستثنیٰ ہیں، وہ واجب الاتباع نہیں ہیں، العیاذ باللہ، یہ ہے مولوی صاحب کا عمل بالحدیث اور

تمسک بالسنۃ۔

پھر ہم مولوی صاحب سے یہ بھی پوچھیں گے کہ خلفائے راشدین نے جو کام "سیاستہ یا وقتی ضرورت کے باعث کئے یا کرائے" وہ کیوں واجب الاتباع نہیں ہیں؟ کیا وہ آنحضرت ﷺ کے قول و فعل کے خلاف ہیں؟ اگر خلاف ہیں تو عمل بالحدیث ان کی روش نہیں ہوئی، اور قول و فعل نبوی کو سب سے مقدم کرنا ان کا طریقہ نہیں ہوا۔ اور اگر خلاف نہیں ہیں تو ضرور واجب الاتباع ہیں۔

اپنی ان گذارشوں کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جماعت اہلحدیث کے مسلم امام، اور اس کے خیال میں اس جماعت کے روح رواں حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کی تحقیق بھی پیش کر دیں، جو انھوں نے حدیث مذکور کی شرح میں لکھی ہے۔

حافظ موصوف اعلام الموقعین ص۲۲۶ میں فرماتے ہیں **فقرن سنة خلفائه بسنته و امر باتباعها كما امر باتباع سنته وبالغ في الامر بها حتى امر بان يعض عليها بالنواجذ و هذا يتناول ما افتوا به و سنوه للامة و ان لم يتقدم من نبيهم فيه شئي والا كان ذلك سنته** "یعنی رسول خدا ﷺ نے خلفاء کی سنت کو اپنی سنت کے ساتھ ذکر کیا، اور اس کی اتباع کا بھی اسی طرح حکم دیا جس طرح اپنی سنت کے اتباع کا، اور اس میں یہاں تک مبالغہ کیا کہ اس کو دانت سے پکڑنے کا حکم دیا اور سنت خلفاء شامل ہے ان کے فتووں کو اور اس چیز کو جو انھوں نے امت کے لئے رائج کی اگرچہ اسکی نسبت آنحضرت ﷺ کا پہلے سے کوئی حکم نہ ہو ورنہ وہ تو آنحضرت ﷺ کی سنت ہو جائے گی۔

قیاس و اجماع اس عنوان کے ماتحت مولوی ابوالقاسم صاحب لکھتے ہیں کہ

> "ہم قیاس و اجتہاد کے منکر نہیں ہیں ... ہم کہتے ہیں کہ احادیث نبویہ کو مقیس علیھا بنانا چاہئے ... اس اصل کو لوگوں نے یکسر چھوڑ دیا۔" (ص۲۱)

معلوم نہیں مولوی صاحب کو ایسی غلط باتیں لکھنے کی کس طرح جرأت ہوتی ہے، احناف یا مقلدین نے اس اصل کو کہاں چھوڑا؟ اور انھوں نے کب کہا کہ احادیث نبویہ کو مقیس علیہا نہ بنانا چاہئے، احناف کے اصول کی کتابوں میں تو تصریح ہے کہ قیاس وہی معتبر ہے جو کتاب وسنت واجماع سے مستنبط ہو۔ **هو القياس المستنبط من هذه الاصول الثلاثة** (نور الانوار ص ۴)

باقی رہا حمل النظیر علی النظیر تو یہ احادیث کو مقیس علیہا بنانے کے نہ منافی ہے نہ قابل انکار، امام مزنی شاگرد امام شافعیؒ کا ارشاد ہے: **الفقهاء من عصر رسول الله صلى الله عليه وسلم الى يومنا و هلم جرّا استعملوا المقاييس فى الفقه فى جميع الاحكام فى امر دينهم (قال) واجمعوا ان نظير الحق حق و نظير الباطل باطل** (اعلام الموقعین ص ۴۷ ج ۱) یعنی آنحضرت ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک کے فقہاء نے برابر دین کے تمام احکام میں قیاس سے کام لیا۰۰۰۰اور ان کا اجماع واتفاق ہے کہ حق کی نظیر حق اور باطل کی نظیر باطل ہوتی ہے۔

مولوی صاحب غور کریں کہ جو کا جو کے عوض کم وبیش لینا دینا حدیث کی رو سے ناجائز ہے، اب کوئی جوار کو بھی اس پر قیاس کرے تو کیا یہ حمل النظیر علی النظیر نہیں ہے؟ اگر ہے اور بیشک ہے تو دیکھئے کہ حمل النظیر علی النظیر حدیث کو مقیس علیہ بنانے کے منافی کہاں ہوا؟

آپ نے یہاں حضرت شاہ ولی اللہ کا حوالہ تو دیدیا، لیکن اگر آپ نے شاہ صاحب کا کلام اس مبحث میں سمجھ کر پڑھا ہوتا تو حمل النظیر علی النظیر کی جو مثالیں آپ نے ذکر کی ہیں ان کو ہرگز ذکر نہ کرتے۔

شاہ صاحب نے اس بحث میں تھوڑا ہی پہلے تصریح فرمائی ہے کہ مذہب حنفی کی بنیاد ان مناظرانہ استدلالوں پر نہیں ہے جو ہدایہ وغیرہ میں تشحیذ اذہان (ذہن تیز

کرنے) کے لئے مذکور ہیں (حجۃ اللہ مطبوعہ مصر ص ۱۲۸) لیکن آپ نے شاہ صاحب کے اس ارشاد کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے انھیں استدلالوں کو بنیاد مان کر مسائل پر اعتراض شروع کر دیا، پھر لطف یہ ہے کہ مخالفت کے جوش میں سچ بولنے کی بھی کوشش نہیں کی بلکہ اپنی طرف سے ایک مسئلہ بنا کے حنفیہ کے سر آپ نے منڈھ دیا، چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

"ایک شخص نے ایک عورت کو زنا کے لئے بعقد اجارہ رکھا اس کے بعد عورت نے وہ اجرت لے لی، گویہ اجارہ فاسد ہے اور اجرت کا سبب بھی فعل حرام ہے لیکن قاعدہ بن چکا ہے، اجر المثل طیب ۰۰۰۰اس لئے عورت کو وہ اجرت حلال ہے۔۔(ص ۱۲)

ناظرین کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ سراسر بہتان وافتراء ہے، جو عورت زنا کے لئے بعقد اجارہ رکھی گئی اور اس نے زنا کی جو اجرت لی اس اجرت کو ہمارے تمام فقہاء حرام لکھتے ہیں، علامہ عینی حنفی شرح بخاری میں لکھتے ہیں، **لا تحل لانه ثمن عن محرم وقد حرم الله الزنا وهذا مجمع على تحريمه لاخلاف بين المسلمين**، یعنی (زانیہ کی اجرت اور حرام وطی کا معاوضہ حلال نہیں ہے، اس لئے کہ وہ حرام چیز کا عوض ہے، اللہ سبحانہ نے زنا کو حرام کیا ہے، اس اجرت کی حرمت پر اجماع ہے۔ اس میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں ہے) ۔ص ۶۱۱ ج ۵) اور علامہ انور کشمیری کی تقریر ترمذی میں اجرت زانیہ کی نسبت ہے کہ **حرام عندالکل** یعنی سب کے نزدیک حرام ہے۔(ص ۴۰۲)

الحاصل مولوی ابوالقاسم صاحب کا یہ سمجھانا کہ

"احناف نے اجر المثل طیب کی بنا پر اجرت زانیہ کو حلال کہا۔ حالانکہ حدیث مہر البغی خبیث کی رو سے وہ حرام ہے۔"

سراسر فریب ہے۔ بالکل غلط ہے، احناف نے بھی حرام ہی کہا ہے۔ اور اسی

حدیث کی بنا پر کہا ہے، چنانچہ مذکورہ بالا دونوں کتابوں میں اسی حدیث کے ماتحت اُجرت زنا کو حرام لکھا ہے، اور بدائع میں ہے و لا تجوز اجارۃ الاماء للزنا لانها اجارۃ علی المعصیة (الی قولہ) روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه نهی عن مهر البغی و هواجر الزانیة علی الزنا ۔ (ص ۱۹۰ ج ۴) یعنی زنا کے لئے لونڈیوں کا اجارہ جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ گناہ پر اجارہ ہے ۰۰۰۰۰ آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ مہر البغی سے منع فرمایا ہے۔ اور مہر البغی نام ہے زانیہ کی اجرت کا، کیا بدائع کی اس تصریح کے بعد بھی کسی کا کوئی فریب چل سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب اہلحدیث مبارکپوری کو اعتراف کرنا پڑا کہ هو مجمع علی تحریمه (شرح ترمذی) یعنی اجرت زنا کی حرمت پر اجماع ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، مولوی ابوالقاسم صاحب نے اس مسئلہ کیلئے شامی کا حوالہ بھی دیدیا ہے مگر یہ شامی پر صریح افتراء ہے۔ اس لئے کہ شامی میں ”زنا کے لئے بعقد اجارہ رکھنے“ کا قطعاً ذکر نہیں ہے۔

اہلحدیث اپنے گھر کی خبر لیں ہاں حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری اہلحدیث نے بیشک یہ لکھا ہے کہ ”رنڈی نے زنا سے مال کمایا اور اس کے بعد اس نے توبہ کرلی تو وہ مال اس کے اور تمام مسلمانوں کے لئے حلال اور پاک ہو جاتا ہے (دیکھو فتویٰ حافظ عبداللہ صاحب غازیپوری مورخہ ۲۳ رربیع الآخر ۱۳۲۹ھ بحوالہ قطع الوتین ۱)

(۲) مولوی ابوالقاسم صاحب نے دوسرا مسئلہ یہ لکھا ہے کہ:

”اگر کسی مسافر امام نے قصر نماز نہیں کی بلکہ پوری پڑھائی تو مقیم مقتدیوں کی نماز نہیں ہوئی، اس لئے کہ مسافر پچھلی دونوں رکعتوں میں متنفل تھا“ (ص ۱۲ و ۲۲)

مولوی صاحب نے یہاں تک صحیح لکھا ہے، لیکن اس کی وجہ جو لکھی ہے ”قوی کی بنا ضعیف پر نہیں ہو سکتی“ (ص ۲۱) وہ ان کی طبعزاد وجہ ہے، اس لئے کہ انھوں نے ہماری کسی فقہی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔

اور اگر بالفرض وہ کوئی حوالہ دیتے بھی، تو شاہ صاحبؒ فرما چکے ہیں کہ مسائل مذہب حنفی کی بنیاد ان مناظرانہ استدلالوں پر نہیں ہے جو ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہیں۔

درحقیقت مسئلہ مذکورہ میں مقتدیوں کی نماز نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی، اور یہ بات خود اس حدیث سے ثابت ہے، جس کو مولوی ابوالقاسم صاحب نے نقل کیا ہے، مگر حسب عادت انھوں نے ادھوری حدیث نقل کی ہے۔

پورا واقعہ یہ ہے کہ حضرت معاذؓ عشا کی نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کر کے پھر اپنے محلہ میں جاکر نماز عشا میں امامت کرتے، اور خوب لمبی نماز پڑھتے، جب دربار رسالت میں اس کی شکایت ہوئی، تو آنحضرت ﷺ نے انھیں ہدایت کی۔ اما ان تصلی معی واما ان تخفف علی قومك (یعنی یا تو تم ہمارے ساتھ نماز پڑھو، یا اپنی قوم کے ساتھ پڑھو، تو ہلکی پڑھو) مولوی ابوالقاسم صاحب کے اقرار کے بموجب ”امام اہلحدیث“ حافظ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ مفترض کو متنفل کی اقتدا جائز نہیں ہے، لانه یدل علی انه اذا صلی معه امتنعت امامته (اس لئے حدیث دلالت کرتی ہے کہ جب معاذ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھ لیں گے تو پھر وہ امامت نہیں کر سکتے (دیکھو شامی ص ۴۰۷ ج ۱)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ مفترض کو متنفل کی اقتداء جائز نہیں تو چونکہ مسئلہ مذکورہ میں مسافر پچھلی دو رکعتوں میں متنفل تھا اور مقتدی مفترض اس لئے حدیث معاذ کی رو سے اس کی نماز نہیں ہوئی۔

مولوی ابوالقاسم صاحب نے اولاً تو پوری حدیث نہیں لکھی، پھر جتنی لکھی اس

میں بھی اپنی طرف سے کچھ بڑھاکر یہ سمجھادیا کہ احناف نے اس حدیث کے خلاف ایک قاعدہ بناکر یہ مسئلہ نکال لیا، حالانکہ معاملہ بالکل برعکس ہے، احناف نے اہلحدیث کے مسلم امام کی تصریح کے مطابق اسی حدیث سے یہ مسئلہ نکالا ہے۔

مولوی ابوالقاسم صاحب نے حضرت معاذؓ کی نسبت یہ جو لکھا ہے کہ "وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے فرض عشاء پڑھ کر جاتے" یہ ان کی طبعزاد بات ہے، حافظ ابن تیمیہ نے اسی حدیث سے استنباط کرکے لکھا ہے فعلم ان الذی کان یصلیه مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم نفل (یعنی پس معلوم ہوا کہ حضرت معاذؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جو نماز پڑھتے تھے وہ نفل تھی) اور یہی بات ایک دوسرے اہلحدیث امام (حسب اقرار مولوی ابوالقاسم صاحب دیکھو ص ۱۱) علامہ قرطبی نے بھی لکھی ہے (شامی ص ۴۰۷ ج ۱)

(۳) تیسری مثال مولوی ابوالقاسم صاحب نے یہ لکھی ہے کہ

"کسی نے صبح کی نماز ایسے وقت پڑھی کہ ایک رکعت کے بعد آفتاب نکل آیا، اب وہ دوسری رکعت پڑھے گا تو نماز نہیں ہوگی" (ص ۲۲)

یہ مسئلہ بھی صحیح ہے، لیکن اس کی وجہ جو بتائی ہے، غلط ہے۔ ہمارے فقہاء نے ہرگز اس کی وجہ یہ نہیں لکھی ہے کہ "ناقص کاالحاق کامل کے ساتھ نہیں ہوسکتا" بلکہ یہ وجہ لکھی ہے کہ جو چیز کامل واجب ہوگی وہ ناقص سے ادا نہ ہوگی، پھر یہ وجہ بھی حسب ارشاد شاہ ولی اللہ تشحیذ ذہن کیلئے ہے، مسئلہ کی اصل بنیاد اس پر نہیں ہے، بلکہ اس مسئلہ کی بنیاد بھی احادیث پر ہے، توضیح اس کی یہ ہے کہ مولوی ابوالقاسم صاحب نے جو حدیث ذکر کی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب نکلنے کی حالت میں نماز ہو جاتی ہے، لیکن دوسری بکثرت احادیث میں طلوع آفتاب کی حالت میں نماز پڑھنے کو منع فرمایا گیا ہے، اس لئے اب دو ہی راہیں تھیں، یا تو پہلی حدیث کو ترجیح دیجاتی یا دوسری حدیث کو، چنانچہ امام شافعیؒ نے پہلی کو اپنے فہم واجتہاد کی بنا پر راجح قرار دیا، اور امام ابو حنیفہؒ نے دوسری کو اپنے

فہم واجتہاد کی بناپر ترجیح دے کر انھیں دوسری حدیثوں کی بناپر صورت مذکورہ میں نماز کو فاسد کہا۔ بہرحال امام شافعیؒ کی طرح امام ابو حنیفہؒ نے بھی اس مسالہ میں اپنے قول کی بنیاد حدیثوں ہی پر رکھی ہے۔ تفصیل کے لئے شرح معانی الآثار (ص ۲۳۲ تا ۲۳۴ ج ۱) دیکھئے۔

اجماع صحابہ کے علاوہ ہر اجماع سے انکار قیاس کے بعد مولوی صاحب نے اجماع کی نسبت جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ خود ان کے لفظوں میں یہ ہے کہ "دراصل اجماع جو معتبر ہے وہ صحابہ کرام کا اجماع ہے" (ص ۲۴) ناظرین ان الفاظ کو خوب اچھی طرح یاد کرلیں، اور دیکھ لیں کہ اہلحدیث کے نزدیک تابعین یا تبع تابعین، یا دیگر مجتہدین کا اجماع بالکل معتبر نہیں ہے، وہ صحابہ کے اجماع کے سوا کسی اجماع کو نہیں مانتے۔

دفع ایراد اخیر میں مولوی ابوالقاسم صاحب کو خیال آیا کہ میں نے بہت پہلے سے اہلحدیث کا وجود ثابت کرنے کی جو عبارتیں پیش کی ہیں ان میں اکثر عبارتوں میں تو حدیثیں روایت کرنے والے مراد ہیں، لہذا اس کی نسبت بھی کوئی بات بنانی چاہئے، چنانچہ بہت غور وفکر کرکے یہ فرمایا

"کتاب اصول الدین کی عبارت میں اسی طرح امام شافعیؒ وامام احمدؒ کے حال میں جو عبارتیں سنائی ہیں، ان میں صاف مذہب اہل الحدیث کا لفظ موجود ہے"

مولوی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ اہلحدیث سے صرف حدیث روایت کرنے والے ہی نہیں مراد ہوتے، بلکہ اہلحدیث ایک مذہب بھی تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ بہرحال مولوی صاحب اس سے انکار نہیں کرسکے کہ اہلحدیث سے حدیث روایت کرنے والے مراد ہوتے ہیں، لہذا اس کو انھوں نے تسلیم کرلیا۔ اب رہا ان کا یہ کہنا کہ اہلحدیث ایک مذہب بھی تھا۔ اور دلیل میں اصول الدین کا نام لینا۔ تو جہاں اصول الدین کی عبارت پر ہم

نے بحث کی ہے، وہیں ثابت کر دیا ہے کہ اس عبارت سے مولوی صاحب کا مدعا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

اب رہیں وہ عبارتیں جو امام شافعی وامام احمد کے حال میں ہیں، تو ان کی نسبت گذارش ہے کہ جب ان حضرات کا مذہب اہلحدیث تھا تو ان کے مذہب پر چلنے والے اور ان کے مذہب کے ماننے والے کل اہلحدیث ہوئے، پھر آپ ان کو اہلحدیث سے خارج کیوں قرار دیتے ہیں؟ نیز جب ان حضرات کا مذہب اہلحدیث تھا تو آپ نے ان سے الگ ایک مذہب کیوں قائم کیا؟ ان دونوں حضرات کے مذہب سے ایک الگ مذہب قائم کرنے کا تو دو ہی مطلب ہو سکتا ہے کہ یا تو ان حضرات کا مذہب اہلحدیث نہ تھا، یا پھر آپ کا مذہب اہلحدیث نہیں ہے۔

اس کے بعد آپ نے قاضی عیاض کی عبارت نقل کی ہے، لیکن وہ بھی آپ کے لئے مفید ہونے کے بجائے مضر ہے۔ اس لئے کہ انھوں نے یہ فرمایا ہے کہ امام احمد نے جو فرقہ ناجیہ وغیرہ کہا ہے، اس سے امام احمد کی مراد یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت کا فرقہ ناجی فرقہ ہے، یعنی امام احمد نے اہلحدیث بول کر سنت مراد لیا ہے۔ پس آپ نے ص ۷، ۸ میں جو عبارتیں نقل کی ہیں، اور یہ باور کرایا ہے کہ ان عبارتوں میں اہلحدیث سے صرف آپ لوگ مراد ہیں غلط ہو گیا۔ صحیح یہ ہے کہ تمام اہلسنت مراد ہیں۔

آپ فرمائیں گے کہ قاضی عیاض نے اهل السنة والجماعة کے بعد ومن یعتقد مذهب اهل الحدیث بھی لکھا ہے تو میں عرض کروں گا کہ آپ اس کو عطف مغائر علی المغائر مانتے ہیں تو صاف اعلان کیجئے کہ مذہب اہلحدیث، راس کا معتقد اہل سنت سے خارج ہے، اور اگر آپ یہ اعلان نہیں کرتے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ عطف تفسیری ہے، اور معطوف ومعطوف علیہ دونوں سے ایک ہی گروہ مراد ہے، اور وہ تمام اہلسنت کا گروہ ہے۔

اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ "حافظ نووی شافعی ۰۰۰۰۰ اپنی شرح مسلم میں متعدد جگہ پانچ مذہبوں کا ذکر بالمقابل کرتے ہیں کہ ہمارے شافعی مذہب میں یوں ہے، اور مالکی مذہب میں یوں ہے، مذہب حنفیہ یہ ہے اور حنبلی یہ، پھر سب سے الگ اہلحدیث کا مذہب لکھتے ہیں۔ دیکھو جلد اول ص ۳۷ اور جلد ثانی ص ۳۲"

حیرت ہے کہ مولوی ابوالقاسم صاحب منقولہ بالا اپنی عبارت کے متصل ہی یہ لکھتے ہیں کہ:

"ہمیشہ سے اہلحدیث اسی شخص کو کہا گیا ہے جو قرأۃ خلف الامام اور رفع الیدین عند الرکوع کرتا ہے" (ص ۲۴ و ۲۵)

اور ظاہر ہے کہ امام شافعیؒ اور ان کے مقلدین، اسی طرح امام احمد اور ان کے مقلدین اہلحدیث (۱) حضرات کے خیال میں قرأۃ خلف الامام اور رفع الیدین عند الرکوع کرتے تھے، لہذا وہ بھی اہلحدیث ہوئے پھر مولوی صاحب کو بتانا چاہئے کہ حافظ نووی نے ان دونوں کے بالمقابل اہلحدیث کا ذکر کیوں کیا؟ بلکہ حافظ نووی نے تو شرح مسلم کے مذکورہ صفحات میں خود امام احمد، امام شافعی، امام ثوری اور امام مالک وغیرہم کے بالمقابل اہلحدیث کا ذکر کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تمام حضرات اہلحدیث نہ تھے، پس مولوی ابوالقاسم صاحب نے خطبہ صدارت ص ۶ و ص ۷ میں جو ان حضرات کو اہلحدیث ثابت کیا ہے لامحالہ غلط ہے۔

دفع ایراد کے بجائے تقویت ایراد

مولوی صاحب اگر غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ انھوں نے دفع ایراد کے بجائے ایراد کو اور قوی کر دیا اس لئے کہ:

اولاً انھوں نے اس سے انکار نہیں کیا کہ اہل الحدیث سے حدیثیں روایت کرنے

(۱) مولوی محمد علی صاحب مئوی کا رسالہ القول المحلی بکل زین اور مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری کا رسالہ تحقیق الکا[illegible] پڑھئے ۱۲ منہ

والے مراد ہوتے ہیں، لہذا معلوم ہوا کہ حدیثوں کی روایت کرنے والوں کو اہل الحدیث کہا جاتا ہے۔

ثانیاً انھوں نے اپنے استدلال میں قاضی عیاض کی عبارت نقل کر کے ثابت کر دیا کہ اہل الحدیث بول کر اہل سنت و جماعت بھی مراد لیا جاتا ہے۔

ثالثاً انھوں نے یہ کہکر "ہمیشہ سے اہل حدیث اسی شخص کو کہا گیا ہے جو قرأۃ فاتحہ خلف الامام اور رفع الیدین عندالرکوع کرتا ہے" ثابت کر دیا کہ کم از کم ہر شافعی کو اہلحدیث کہا جا سکتا ہے، لہذا ان کا فرض ہے کہ اہلحدیث کا وجود ثابت کرنے کے لئے انھوں نے جو عبارتیں پیش کی ہیں، دلائل سے ثابت کریں، کہ ان عبارتوں میں لفظ اہل الحدیث سے یہ تینوں معنی مراد نہیں ہیں۔

اہلحدیث کس کو کہتے ہیں اصل یہ ہے کہ آج اہلحدیث اس کو کہتے ہیں جو عامی (غیر مجتہد) ہونے کے باوجود کسی امام کی تقلید و اتباع کا قائل نہ ہو، ہمارا دعویٰ ہے کہ اہلحدیث کی یہ اصطلاح بالکل حادث و بدعت ہے، اس معنی میں کبھی کسی کو اہلحدیث نہیں کہا گیا، اور ایسے اہلحدیث کا وجود بجز اس دور متاخر کے اور کبھی نہ تھا۔

مولوی ابوالقاسم صاحب نے زمانہ قدیم میں جن لوگوں کا اہلحدیث ہونا دکھایا ہے، وہ یا تو اہلحدیث بمعنی راوی و خادم تھے، یا اہلحدیث بمعنی شافعی المذہب و مالکی المذہب تھے، یا اہلحدیث بمعنی اہلسنت و جماعت تھے، لفظ اہلحدیث کا ان تینوں معنوں میں بولا جانا، ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں، بلکہ خود مولوی ابوالقاسم صاحب کے بیانات سے بھی یہ ثابت ہے، لہذا اب تک انھوں نے جو محنت کی ہے، وہ تو سب اکارت گئی، اب کوشش کر کے متقدمین کی کتابوں سے کوئی ایسی عبارت پیش کریں جس میں "عامی غیر مقلد" کو اہلحدیث کہا گیا ہو۔ وھذا آخر الکلام والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ النبی الامین وآلہ و صحبہ و اتباعہ الی یوم الدین.

ابوالمآثر حبیب الرحمٰن الاعظمی

۹ رذی الحجہ ۱۳۶۲ھ

تتمہ

اس ناچیز کی تقریر سے ایک دن پہلے امام اہل سنت حضرت مولانا الحاج محمد عبدالشکور صاحب مدظلہ کی تقریر ہوئی تھی، جو اگرچہ ممدوح کی ناسازی طبیعت کی وجہ سے مختصر تھی، مگر اس کا مفید و موثر ہونا اسی سے ظاہر ہے کہ غیر مقلدین صاحبان نے سب سے زیادہ شکایت اسی تقریر کی ہے۔ چونکہ پے در پے یہ سننے میں آیا کہ اس تقریر کے غلط حوالے دئے جا رہے ہیں، اور غیر مقلدین صاحبان غلط مضامین کو اس تقریر کی طرف منسوب کر رہے ہیں، اس لئے بعض احباب کی خواہش ہوئی کہ اس تقریر کا خلاصہ بھی قلمبند کر کے تنقیدی تبصرہ کا تتمہ قرار دیا جائے، وباللہ التوفیق

واضح ہو کہ ممدوح کی تقریر میں حسب ذیل پانچ مضامین تھے۔

۱۔ تقریر کا آغاز اس آیت کریمہ سے تھا۔ الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور۔

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ہم ان کو زمین میں تمکنت عطا فرماویں گے تو یہ لوگ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے اور اللہ کو تمام کاموں کا انجام معلوم ہے، یا تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔

۲۔ اس آیہ کریمہ کی تلاوت کے بعد آپ نے کہا کہ اس وقت میری تقریر کا موضوع فضائل صحابہ اور نماز کی اہمیت کا بیان ہے، اگرچہ کہ اس جلسہ کا موضوع ان اعتراضات کو جواب دینا ہے جو غیر مقلدین صاحبان نے سادات حنفیہ پر کیے ہیں، مگر

افسوس کہ مجھے ان اعتراضات کا بالکل علم نہیں ہے، منتظمین احناف کانفرنس نے مجھے ان اعتراضات سے بالکل آگاہ نہیں کیا، حتیٰ کہ اہلحدیث کانفرنس کا خطبۂ صدارت بھی مجھے نہیں بھیجا، لہذا میں اس موضوع پر کوئی مفصل تقریر کرنے سے معذور ہوں۔

۳۔ آیۃ مذکورہ سے صحابۂ کرام خصوصاً مہاجرین کے فضائل جس حسن و خوبی سے بیان فرمائے گئے، اس کا اندازہ سامعین ہی کر سکتے ہیں، خصوصیت کے ساتھ اس نفیس نکتہ پر روشنی ڈالی گئی کہ کیا وجہ ہے کہ قرآن مجید میں صحابہؓ کرام خصوصاً مہاجرین وانصار کے فضائل و مناقب بیان فرمانے کا اس قدر اہتمام کیا گیا کہ قرآن مجید کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول قرآن کا ایک بڑا مقصد یہ ہے کہ مہاجرین وانصار کے تقدس و طہارت اور ان کی رفعت و منزلت کا راسخ عقیدہ مسلمانوں کے دلوں میں قائم کیا جائے، اس نفیس نکتہ کو متعدد آیات قرآنیہ کی روشنی میں اس خوبی کے ساتھ بیان فرمایا گیا کہ لوگوں کے دل بے اختیار کہہ رہے تھے، لله درکم و علیه اجرکم، نماز کے متعلق بھی قرآن مجید کی متعدد آیات کے حوالہ سے جو فوائد مہمہ بیان کئے گئے تھے وہ مسلمانوں کے لئے نعمت غیر مترقبہ تھے۔

۴۔ آیۃ مذکورہ سے حضرات مہاجرین رضوان اللہ علیھم اجمعین کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اگر عصمت خاصۂ نبوت نہ ہوتا تو یقیناً اس آیۃ سے حضرات مہاجرین کا خصوصاً ان حضرات کا جو اُن میں سے منصب خلافت پر فائز ہوئے اپنی خلافت کے زمانہ میں معصوم ہونا بخوبی ثابت ہو سکتا تھا اس کے بعد حضرت مولانا شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کی بے نظیر کتاب ازالۃ الخفا کی چند عبارتیں بطور تائید کے آپ نے پڑھیں ازاں جملہ یہ عبارت تھی

"کہ باز مفہوم اقاموا آتوا وامروا و نھوا آنست کہ ہرچہ از ممکنین درایام تمکین ایشاں ازیں ابواب ظاہر شود ہمہ معتدبہ خواہد بود شرعاً"

نیز وہ عبارت بھی پڑھی جس میں حضرت مولانا شیخ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس چیز کو جو حضرات مہاجرین کے لئے آیات قرآنیہ سے ثابت ہو رہی ہے ظل عصمت سے تعبیر فرمایا ہے۔

۵۔ اسی سلسلہ میں آپ نے بیس رکعت تراویح کا ذکر کیا اور فرمایا کہ ترک تقلید کا کھلا ہوا نتیجہ یہ ہے کہ اس آیۃ قرآنیہ سے جو فضیلت حضرات مہاجرین کی ثابت ہوتی ہے، غیر مقلد صاحبان کو اس کا انکار کرنا پڑا۔ تراویح کی بیس رکعت کو غیر مقلد صاحبان بدعت کہتے ہیں حالانکہ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں بیس رکعت تراویح کا اہتمام ہوا اور یہ اہتمام انھیں کے حکم سے ہوا یا کم از کم ان کے علم و واقفیت میں ہوا۔ ان کے علم و واقفیت کا غیر مقلد صاحبان کو بھی اقرار ہے۔ پس اگر یہ چیز بدعت تھی اور منکر تھی تو نا ممکن تھا کہ حضرت عمرؓ جو اسی جماعت مہاجرین کے فرد اکمل تھے اپنے زمانہ تمکین میں اس منکر سے نہی نہ فرماتے اور اس کو جاری رکھتے۔

اسی سلسلہ میں ضمناً تقلید کا سنت متوارثہ ہونا بیان فرمایا اور اس کے عظیم الشان فوائد و مصالح بیان کئے اور ترک تقلید کی مضرتوں پر بھی کچھ روشنی ڈالی۔ اور یہ بھی کہا کہ تقریباً بیس سال ہوئے دربھنگہ میں اسی آیۃ پر میری تقریر ہوئی تھی اور ضمناً تراویح کا تذکرہ بھی آگیا تھا، اگرچہ اس وقت شروع سے آخیر تک روافض ہی کے مقابلہ میں تقریر تھی مگر کچھ غیر مقلد صاحبان شریک وعظ تھے جنھوں نے بالکل غلط اور بے بنیاد باتیں میری طرف منسوب کر کے اخبار اہلحدیث میں چھپوائیں جن کا جواب النجم میں دینا پڑا۔ ممکن ہے کہ اب کی مرتبہ بھی اس طرح غلط بیانیوں سے کام لیا جائے۔

تراویح کے متعلق جو کچھ اس مضمون میں بیان فرمایا گیا وہ بجائے خود ایک مہتم بالشان مقالہ تھا جس میں تراویح کے بیس رکعت کا سنت ہونا اور بیس رکعت کو بدعت کہنے والوں کا سنت سے ناواقف ہونا، روز روشن کی طرح واضح کیا گیا تھا اور اس میں

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کی کتاب منہاج السنۃ کے حوالے بھی تھے کہ انھوں نے شیعوں کے امام اعظم شیخ حلی کے اس اعتراض کے جواب میں کہ تراویح بدعت ہے اور حضرت عمرؓ اس بدعت کے موجد ہیں، کس قدر نفیس تحقیق زیب رقم فرمائی ہے۔

یہ خلاصہ تھا حضرت ممدوح کی تقریر کا، ساری تقریر میں ایک لفظ بھی سخت نہ تھا کوئی بات ایسی نہ تھی جس کو کوئی شخص قابل شکایت قرار دے سکے۔ آپ کی تقریر و تحریر دونوں کی یہ خصوصیت اس وقت ہندوستان میں مسلم الکل ہے فقط

☆☆☆☆☆☆☆